دردانہ جاوید

ڈاکٹر گیان چند کے خطوط پروفیسر ظہور الدین کے نام

ڈاکٹر گیان چند اردو تحقیق کی آبرو ہیں۔ آپ ۱۹ر ستمبر ۱۹۲۳ء کو سیوہارہ، اُتر پردیش میں پیدا ہوئے۔ ہائی اسکول کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں، فارسی اور ریاضی کے مضامین میں امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔ ۱۹۴۵ء میں الٰہ آباد یونیورسٹی سے ایم۔اے (اردو) کیا اور اوّل بہ درجہ اوّل رہے۔ مذکورہ یونیورسٹی ہی سے ۱۹۴۸ء میں ڈی۔ فِل کیا۔ ''اردو کی نثری داستانیں'' کے عنوان سے پروفیسر سیّد ضامن علی کی نگرانی میں صرف ۲۳ مہینے کی اقل ترین مدت میں یہ مقالہ تحریر کیا۔ بعد ازاں آگرہ یونیورسٹی سے ۱۹۶۰ء میں ڈی لٹ کی سند حاصل کی، اس موقعے پر مقالے کا موضوع ''اردو مثنوی شمالی ہند'' تھا۔ ۱۹۶۱ء اور ۱۹۶۲ء میں بالترتیب ابتدائی اور ایڈوانسڈ لسانیات کے سرٹیفکیٹ مختلف جامعات کے (موسم گرما اسکول) سے حاصل کیے۔ قبل ازیں آگرہ یونیورسٹی سے ۱۹۵۶ء میں ایم۔اے سوشیالوجی بھی پرائیویٹ طور پر کیا تھا۔ جولائی ۱۹۵۰ء میں گورنمنٹ حمیدیہ کالج بھوپال میں لیکچرر مقرر ہوئے اور ۱۹۵۶ء میں ایم۔اے (اردو) کی جماعتیں شروع ہونے پر صدر شعبۂ اردو اور پروفیسر مقرر کیے گئے۔ اکتوبر ۱۹۵۶ء سے اکتوبر ۱۹۷۶ء تک جموّں یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے پروفیسر رہے اور الٰہ آباد یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں اکتوبر ۱۹۷۶ء سے مارچ ۱۹۷۹ء تک پروفیسر کی حیثیت سے منسلک رہے۔ بعد ازاں مارچ ۱۹۷۹ء سے اپریل ۱۹۸۹ء تک اردو مرکزی یونیورسٹی، حیدرآباد (دکن) میں پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ۱۹۸۹ء سے دو سال کے لیے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن، حکومتِ ہند کی جانب سے ایمریٹس فیلو مقرر ہوئے جس کے تحت اردو تحقیق کی تاریخ لکھی۔ ۱۹۵۲ء میں رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے، اولاد میں ایک لڑکی اور دو لڑکے ہیں۔

ڈاکٹر گیان چند کی ادبی اور تحقیقی خدمات کے اعتراف میں انھیں ہندوستان اور جموّں کشمیر کی مؤقر ادبی انجمنوں کی طرف سے بہت سے اعزازات و انعامات سے نوازا گیا جن میں ''غالب انسٹی ٹیوٹ'' نئی دہلی کا پہلا ''غالب انعام''، آل انڈیا میر اکادمی، لکھنؤ کی جانب سے ''کلچر اینڈ لینگو یجز کا انعام'' جیسے اعزازات شامل ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۸ر اگست ۲۰۰۷ء کو امریکہ میں ہوا۔

ڈاکٹر گیان چند کی مطبوعہ کتب میں سرِ فہرست ان کا ڈی فل کا مقالہ ''اردو کی نثری داستانیں'' ہے جو پاکستان اور ہندوستان سے تین بار شائع ہوا۔ علاوہ ازیں ''اردو مثنوی شمالی ہند میں'' ڈی لٹ کے سلسلے میں تحریر کیا گیا مقالہ ہے، جس کی دو مرتبہ طباعت ہو چکی ہے۔ ان کے علاوہ ''تفسیرِ غالب''، ''ابتدائی کلامِ اقبال''، ''اردو کا اپنا عروض'' اور ''تحقیق کا فن'' جیسی وقیع کتب کے ساتھ ساتھ مضامین کے مختلف مجموعے مثلاً ''لسانی مطالعے''، ''تجزیے''، ''رموزِ غالب''، ''حقائق''، ''ذکر و فکر''، ''عام لسانیات''، ''کھوج اور پرکھ'' اور ''پہچان'' بھی ڈاکٹر گیان کے قلمی شاہ کار ہیں۔ مذکورہ تصانیف کے ساتھ ساتھ

داستان، مثنوی اور دیگر اصناف سخن، تحقیق بہ حیثیت فن، تحقیقِ غالب و اقبال، عروض اور لسانیات جیسے متعدد موضوعات مثلاً صوتیات، نحو، لفظیات اور تحریر و طباعت پر ان کے سیر حاصل تحقیقی و تنقیدی مضامین، مؤقر ادبی رسائل و جرائد میں مسلسل شائع ہوتے رہے، جو ان کے علمی و تحقیقی مزاج کے آئینہ دار اور اردو ادب کا قیمتی سرمایہ ہیں [1]۔ اس کے علاوہ زیرِ تحریر مضمون میں اسی مایہ ناز اسکالر کے اکیس خطوط جو پروفیسر ظہورالدین کے نام ہیں، پیش کیے جا رہے ہیں۔ لیکن قبل ازیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر ظہورالدین صاحب کے بھی مختصر کوائف شامل کیے جائیں تا کہ استاد اور شاگرد کے درمیان ہونے والی علمی مراسلت کی تفہیم میں آسانی ہو۔

(ب)

پروفیسر ڈاکٹر ظہورالدین، ڈاکٹر گیان چند کے چہیتے شاگردوں میں سے ہیں۔ ۲۷ رمئی ۱۹۴۲ء کو پیدا ہوئے۔ اردو ادب میں ایم۔ اے ۱۹۶۷ء میں اوّل پوزیشن کے ساتھ کیا۔ ۱۹۶۹ء میں انگریزی میں ماسٹرز کی ڈگری ریگولر طالب علم کی حیثیت سے حاصل کی۔ بعد ازاں اردو میں پی۔ ایچ۔ ڈی ۱۹۷۲ء اور ڈی لٹ ۱۹۸۲ء میں مکمل کیا جن کے موضوعات بالترتیب ''بیسویں صدی کے اردو ادب میں انگریزی کے ادبی رجحانات'' اور " The development of Urdu language and literature in Jammu Region" تھے۔ مؤخر الذکر ڈی لٹ کا مقالہ امریزی زبان میں تحریر کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر صاحب نے انگریزی تخلیقی تحریر میں ڈپلوما اور پونا سے ''فلم اپریسی ایشن'' کورس بھی کیا جو ادب اور آرٹ سے ان کی غیر معمولی دل چسپی کا مظہر ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر ظہورالدین اپنی علمیت اور قابلیت سے ۴۰ برس تک جموں یونیورسٹی کو فیض پہنچاتے رہے۔ ۱۹۷۲ء میں لیکچرر کی حیثیت سے شعبۂ اردو میں مقرر ہوئے، پھر مرحلہ وار ۱۹۸۵ء میں ریڈر، ۱۹۹۳ء میں پروفیسر اور ۲۰۰۲ء میں شعبے کے سربراہ کی حیثیت سے ریٹائر ہو گئے لیکن حکومت نے ان کی ملازمت میں مزید پانچ سال کی توسیع کر دی۔ شعبۂ اردو کے سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ ۹۸۔۱۹۹۶ء میں کنٹرولر اور ۲۰۰۱ء۔ ۱۹۹۸ء تک رجسٹرار کی اضافی ذمے داریاں بھی بہ خوبی نبھائیں۔ اس عرصے میں انھوں نے چھے ایم۔ اے، بیس ایم۔ فل اور پندرہ پی ایچ ڈی کے مقالات میں رہ نمائی بھی کی۔

متذکرہ بالا تدریسی اور انتظامی ذمے داریوں کے ساتھ ساتھ پروفیسر ڈاکٹر ظہورالدین ۱۹۹۳ء تا ۲۰۰۱ء بہت سی ادبی، سماجی اور ثقافتی تنظیموں کے اعلیٰ عہدے دار اور فعال رکن بھی رہے۔ جن میں انجمن ترقیٔ اُردو، ہند، جموّں کے جنرل سکریٹری اور آل انڈیا یونیورسٹی اردو ٹیچرز ایسوسی ایشن کے جنرل سکریٹری اور صدر رہے۔ چھے ماہی ریسرچ جرنل ''تسلسل'' کے چیف ایڈیٹر، جموّں یونیورسٹی کی تمام باڈیز کے سکریٹری جن میں یونیورسٹی کونسل، سنڈیکیٹ، اکیڈمک کونسل، بورڈ آف ریسرچ اسٹیڈیز اور جموّں کی بہت سی تعلیمی، ادبی اور ثقافتی انجمنیں شامل ہیں، جن کے تحت انھوں نے کئی مشاعرے اور سیمینار بھی منعقد کروائے۔ ڈاکٹر صاحب کی انھی خدمات کی بنا پر انھیں متعدد سرکاری، غیر سرکاری اور ادبی اعزازات سے بھی نوازا گیا۔

پروفیسر ڈاکٹر ظہورالدین کی پہلی تصنیف افسانوی مجموعہ ''تلافی'' تھا جو ۱۹۶۴ء میں شائع ہوا۔ بعد ازاں تحقیق، تنقید، تاریخ، صحافت، ترجمہ نگاری جیسے وقیع موضوعات پر ان کی متعدد تخلیقات منظر عام پر آئیں جن کی فہرست درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	موضوع	سن اشاعت
۱۔	تلافی	افسانوی مجموعہ	۱۹۶۴ء
۲۔	تفکرات	تنقید	۱۹۷۶ء
۳۔	محروم کی شاعری	تنقید	۱۹۷۶ء
۴۔	ODISOOZ	افسانوی مجموعہ	۱۹۷۸ء
۵۔	بیسویں صدی کے اردو ادب میں انگریزی کے ادبی رجحانات	تحقیق وتنقید	۱۹۷۸ء
۶۔	CANNIBALS	افسانوی مجموعہ	۱۹۸۱ء
۷۔	حقیقت نگاری اور اردو ڈراما	تنقید	۱۹۸۴ء
۸۔	Development of Urdu Language and Literature in Jammu Region	تحقیق وتنقید	۱۹۸۵ء
۹۔	جدید اردو ڈراما	تنقید	۱۹۸۷ء
۱۰۔	تعلیل وتعویل	تنقیدی مضامین کا مجموعہ	۱۹۹۱ء
۱۱۔	ارمغانِ آزاد	تالیف	۱۹۹۳ء
۱۲۔	کہانی کا ارتقاء	افسانوی ادب کی تاریخ	۱۹۹۹ء
۱۳۔	جدید ادبی وتنقیدی نظریات	انگریزی ادبی رجحانات	۲۰۰۵ء
۱۴۔	فنِ ترجمہ نگاری	ترجمے کا فن	۲۰۰۶ء
۱۵۔	فنِ صحافت	صحافت	۲۰۰۶ء
۱۶۔	تنقیدی مباحث وتجزیے	مضامین	۲۰۰۷ء
۱۷۔	JASTAKHASTA	مضامین	۲۰۰۸ء
۱۸۔	انتشاریات	مضامین	
۱۹۔	Joint publication for NCERT- URDU		
۲۰۔	Text Book for class XI		
۲۱۔	Joint publication for J&K Board of School Education Gulistan-e-Urdu from class 1-10		
۲۲۔	Books translated for J&K BOSE		

مذکورہ بالا تالیف وتصانیف کے علاوہ تقریباً ۱۰۰ کے قریب مقالات اردو میں اور پچیس کے لگ بھگ مضامین انگریزی زبان میں شائع ہو چکے ہیں۔ [۲]

کسی بھی شخصیت پر تحقیق کے لیے اُس کے خطوط اوّلین مآخذ کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن استاد اور شاگرد کے درمیان

باہمی مراسلت تو اس سلسلے میں سونے پر سہاگے کا کام کرتی ہے۔ مذکورہ مقالے میں شامل خطوط بھی اس لحاظ سے نہایت اہمیت کے حامل ہیں کہ ان کے ذریعے اردو ادب کے اس عظیم محقق کی ذاتی زندگی کے ایسے ایسے گوشے روشن ہو جاتے ہیں کہ جن سے ہم پہلے واقف نہ تھے، گویا سوانحی اعتبار سے ان خطوط کی اہمیت مسلّم ہے۔ علاوہ ازیں یہ خطوط ہمیں ڈاکٹر گیان چند کو ایک نہایت شفیق اور وسیع القلب استاد کے روپ میں بھی سامنے لاتے ہیں جو اپنے لائق فائق تلامذہ پر احساسِ تفاخر کے ساتھ اپنائیت اور عنایت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ نہ صرف ان کی حوصلہ افزائی کرنا اور اپنے قیمتی مشوروں اور آراء سے نوازنا بلکہ بہت محبت کے ساتھ ان کی خبر گیری کرنا اور فراخ دلی سے اپنے ہر قسم کے تعاون کی پیش کش کرنا وغیرہم۔ اس کی بہتیری امثال ہمیں ان خطوط میں جا بجا دکھائی دیتی ہیں۔ جن سے ڈاکٹر گیان چند کی ایک نہایت منفرد اور قابلِ احترام تصویر ذہن کے پردے پر ابھرتی ہے جو ان خطوط کی قدر و قیمت میں اضافے کا باعث ہے۔

ان تمہیدات کے بعد اب ذیل میں ڈاکٹر گیان چند کے اکیس (۲۱) مکتوبات پیش کیے جاتے ہیں۔ خطوط میں متعدد مقامات پر وضاحت کی ضرورت تھی، اسے حواشی میں پیش کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ گیان چند نے ظہور صاحب کو جو خطوط تحریر کیے ہیں وہ ایروگرام، پوسٹ کارڈ اور لیٹر ہیڈ پر ہیں جس کی وضاحت خط کی ابتدائی سطر میں کر دی گئی ہے۔ یہ خطوط راقمہ کو مدیر ''تحقیق'' نے عنایت کیے۔

(ج)

(۱)

۳؍جولائی ۱۹۹۷ء۔ شام

ایروگرام

۹/۲۵، اندر نگر، لکھنؤ 226016

فون: 0522-343293

عزیزی تسلیم

آج صبح میں نے پارسل سے تمھیں ''تحقیق کا فن'' کا پاکستانی ایڈیشن، ''کتابیاتِ گیان چند'' اور اپنا انگریزی Bio-data بھیجا ہے۔ پہلی دو کتابیں مقتدرہ قومی زبان (National Language Authority)، اسلام آباد نے چھاپی ہیں۔ ''تحقیق کا فن'' کے پاکستانی ایڈیشن میں، میں نے قدرے ترمیم و اضافہ کیا ہے۔ اس کا مقابلہ ہندوستانی ایڈیشن سے کر سکتے ہو جو کالڑا[۲] کے پاس ہے۔ اسلام آباد کے ایڈیشن میں جمیل جالبی نے مقدّمے میں میری بہت ستائش کی ہے۔

جب جعفر رضا[۳] نے مجھے دلّی سے فون کیا ''سرسوتی سمآن''[۴] کے بارے میں، میں نے انھیں کہا اور بعد میں لکھا بھی کہ مجھے یہ سمآن ملنا ناممکن ہے اور میں اتنا قدآور ہوں بھی نہیں۔ چوں کہ پچھلے سال اردو کو یہ سمآن ملا ہے اس لیے اب دو چار سال اردو کا نمبر نہیں آسکتا لیکن چوں کہ اردو کمیٹی کو ہر سال کوئی نہ کوئی نام تجویز کرنا پڑتا ہے اور اس بار تم اور جعفر رضا جیسے بہی خواہوں نے میرا نام پیش کیا، اس لیے میں نے اپنے بارے میں بعض اکتسابات کی تفصیل دی تاکہ یہ نہ معلوم ہو کہ اردو کمیٹی نے کم زور نام پیش کیا ہے۔

انگریزی کتابچہ تمھارا مصنفہ ہے۔تم نے اس کی تیاری اور ترتیب میں غیر معمولی محنت کی ہے۔شروع کے ۱۱صفحوں میں اردو ادب کے بارے میں اتنی تفصیل سے لکھنا ضروری نہ تھا۔میرے بارے میں بعض باتیں صحت طلب ہیں۔

ص۳۰ پر میرے ریٹائرمنٹ کی تاریخ 83/85 لکھ دی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میری اصلی تاریخ ولادت ۱۹ر ستمبر ۱۹۲۳ء ہے لیکن سرکاری تاریخ ۴ فروری ۱۹۲۷ء ہے۔میرا ریٹائرمنٹ فروری ۱۹۸۷ء میں ہوا۔اس کے بعد توسیع ۳۰ر اپریل ۱۹۸۹ء تک ملی۔

میری کتابوں میں دو مطبوعہ کتابیں شامل نہیں کیں۔''غالب شناس مالک رام'' (غالب اکیڈمی، دہلی ۱۹۸۶ء)، ''کچے بول'' (مجموعۂ کلام)۔اس کے علاوہ زیر طبع کتابیں کئی ساری ہیں۔

مجھ پر دو طلبہ نے پی۔ایچ ڈی کی ہے۔بنارس کے اختر الزماں ۵ نے اور عثمانیہ کی فریدہ وقار ۶ نے۔

تم نے ہمارے لیے پولیس سرٹیفکیٹ جو حاصل کیا اس کے لیے ممنون ہوں۔منی آرڈر فارم لا کر رکھا کہ کوریئر کے ۴۵ روپے بھیج دوں لیکن تامل ہوا کہ کہیں تم آزردہ نہ ہو۔

میرے متعلق انگریزی کتابچے میں یہ لکھنے کی ضرورت نہ تھی کہ میں امریکہ منتقل ہونے کی سوچ رہا ہوں۔

امید کرتا ہوں کہ تم بخیر ہو گے۔کالڑا صاحب کو ''تحقیق کا فن'' کا اسلام آباد ایڈیشن دکھا لینا۔اس میں رشید حسن خاں کے کچھ اقوال کا اضافہ کیا ہے۔

خیر اندیش

گیان چند

(۲)

۱۸ر جولائی ۱۹۹۷ء

ایروگرام

۹/۲۵، اندرنگر، لکھنؤ 226016

فون: 0522-343293

عزیزی تسلیم

تمھارا ۱۰ر جولائی کا سعادت نامہ کل ملا۔آج ڈاک کی چھٹی ہے۔

یہ جان کر حیرت ہوئی کہ مجھے فون نہ لگ سکا۔معلوم نہیں تم نے کس وقت کیا تھا۔۵ر مئی کے بعد سے میرا فون خراب نہیں ہوا۔صبح کو ۵ اور ۶ کے بیچ فون کرنا بہتر ہے کہ آسانی سے مل جاتا ہے اور نرخ چوتھائی ہوتا ہے۔میں ساڑھے پانچ اور چھے کے بیچ گھومنے جاتا ہوں لیکن اہلیہ گھر پر ہوتی ہیں۔

مجھ پر کتاب لکھنے کا ارادہ خوب ہے۔اس کے لیے شرط یہ ہے کہ احترام کے ساتھ میری خامیاں اور غلطیاں ضرور افشا کی جائیں ۷۔ میرے پاس اپنی چند کتابوں کی فاضل کاپیاں موجود ہیں وہ تمھیں دے سکتا ہوں۔لکھو تمھارے پاس یا شعبے کی لائبریری میں کون کون سی کتابیں موجود ہیں۔یہ بھی لکھو کہ کتاب کتنی ضخامت کی لکھنی چاہتے ہو، مختصر تعارفی یا مفصل اور جامع؟

میری ایک کتاب ''اردو کی ادبی تاریخیں'' انجمن ترقی اردو پاکستان[2] اور یوپی اردو اکادمی لکھنؤ[3] میں زیرِ طبع ہے۔ لکھنؤ میں تو اس کے محض سوا دو سو صفحوں کی کتابت ہوئی ہے لیکن کراچی میں یہ کتاب کسی دن بھی چھپ کر آ سکتی ہے۔ ایک ہزار صفحوں سے کیا کم ہوگی۔ اس میں اردو کی تواریخِ ادب (اردو یا انگریزی میں لکھی ہوئیں) کا تحقیقی جائزہ لیا ہے۔

میں ایک کتابچہ، اپندر ناتھ اشک[4] پر مکمل کرنے کو ہوں۔ ایک کتاب ''قاضی عبدالودود بہ حیثیت محقق''[5] لکھنی ہے۔ اس کے لیے پٹنہ سے ان کی کتابیں خرید کر منگائی ہیں جو تقریباً ساڑھے اٹھارہ سو روپیوں کی ہے۔ بقیہ کتب اِدھر اُدھر سے حاصل کروں گا۔

امید ہے تم بخیر ہوں گے۔ رات کو فون کرنا ہو تو ساڑھے دس بجے رات تک کوئی ہرج نہیں کہ ہم اس کے بعد سوتے ہیں۔

اب امریکی سفارت جانے والے لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں پولیس سرٹیفکیٹ حاصل کرنا مشکل ہے، اس لیے اس کی ضرورت نہیں۔ میں نے خواہ مخواہ تم سمیت کتنے شاگردوں اور رفقاء کو تکلیف دی۔ اب صرف بھوپال سے سرٹیفکیٹ آنا باقی ہے۔ بہ ظاہر حالات ہمیں دو ایک مہینے میں ویزا مل جانا چاہیے جس کے چار مہینے کے اندر امریکہ سدھارنا ضروری ہے۔ ارادہ ہے کہ ایک دفعہ جا کر وہاں تین مہینے رہ کر واپس آئیں گے اور پھر پانچ چھے ماہ یہاں رہ کر آخری طور پر چلے جائیں گے۔ دعائیں

خیر اندیش

گیان چند

(۳)

۱۹/اگست ۱۹۹۷ء

ایروگرام

۹/۲۵، اندرنگر، لکھنؤ 226016

عزیزی تسلیم

تمھارا ۳/اگست کا سعادت نامہ کل ۸/اگست کو ملا، باعثِ خوش وقتی ہوا۔ میں اس کتاب کے لیے پورا تعاون کروں گا۔ جب امریکہ جانے کا ویزا مل جائے گا تب تمھیں اپنے پروگرام کی اطلاع دوں گا۔ میرے پاس میری جن کتابوں کے فاضل نسخے ہیں وہ تمھیں دے دوں گا۔ آئندہ جب کوئی کتاب چھپ کر آئے گی تو تمھیں بھیجوں گا۔

میرے پاس جو میرے مسوّدے، خود سے متعلق مضامین، تراشے وغیرہ ہیں وہ سب تمھارے سپرد کر دوں گا۔ تم جیسا ممتاز شاگرد جب مجھ پر لکھے گا تو کتاب جس اعلیٰ درجے کی ہوگی مجھے اندازہ ہے۔ سوچ کر اور کوشش کر کے اپنی تحریروں کی خامیاں اور غلطیاں بھی لکھ بھیجوں گا۔

امید ہے تم بخیر ہو گے۔

کبھی لکھو تو مطلع کرو کہ منظر اعظمی[1] کس بیماری سے مرے۔ مجھے کچھ بھی معلوم نہیں تم یہ کنٹرولر آف ایگزامنیشن کا غیر علمی کام کیوں سنبھالے ہوئے ہو۔

خیر اندیش

گیان چند

(۴)

۲۴ر ستمبر ۱۹۹۷ء

پوسٹ کارڈ

۹/۲۵، اندر نگر، لکھنؤ 226016

فون: 0522-343293

عزیزی پروفیسر ظہورالدین تسلیم

تین باتیں ایک کارڈ پر لکھ رہا ہوں۔

۱۔ میں اور اہلیہ اکتوبر کے وسط میں دو ہفتے کے لیے پاکستان جائیں گے۔ ویزا مل گیا ہے۔ کراچی میں بابائے اردو لیکچر دینا ہے۔

۲۔ ہمیں Immigrant Visa مل گیا ہے۔ بڑے دن (X Max) کے قریب یک بارگی امریکہ منتقل ہو جائیں گے۔ مکان اور ساز و سامان بیچ کر۔ جب وہاں کا صحیح پتا اور فون نمبر معلوم ہو جائے گا، لکھ دوں گا۔

۳۔ امریکی سفارت خانے نے اب طے کیا ہے کہ امریکہ جانے والوں کو پولیس سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں۔ تم نے اتنی دوڑ دھوپ کر کے سرٹیفکیٹ بنوائے۔ میں نے جب ان کا بنڈل کلرک کو دیا، اس نے دیکھے بغیر ہی واپس کر دیا۔

یہ خط کالڑا صاحب کو پڑھوا دینا۔

امید ہے تم بخیر ہوں گے۔

خیر اندیش

گیان چند

(۵)

۶ر اکتوبر ۱۹۹۷ء

ایروگرام

۹/۲۵، اندر نگر، لکھنؤ 226016

فون: 0522-343293

عزیزی تسلیم

تم نے ارادہ ظاہر کیا تھا کہ میری سوانح پر ایک مفصل کتاب لکھ کر گرود کشنا کا حق ادا کرو گے۔ میں اوائلِ نومبر میں اپنی کتابوں کو ٹھکانے لگا دینا چاہتا ہوں۔ تمھیں ایک دو کتاب بھیج دوں گا۔ اس کے علاوہ خود سے متعلق جو بہت سے کاغذات اور مسوّدے پڑے ہیں وہ بھی تمھیں بھیج دوں گا۔ ڈاک سے بھیجنے میں وزن کے سبب کافی صرف پڑے گا۔ ریل سے بھیجنا طولِ امل ہے۔ کیا کوئی امکان ہے کہ نومبر کے مہینے میں کوئی شخص ادھر آئے گا۔

میں نے ۲۳ر دسمبر ۹۷ء کا امریکہ جانے کا ریزرویشن کرالیا ہے۔ اکتوبر میں دو ہفتوں کے لیے اہلیہ کے ساتھ پاکستان جاؤں گا۔ فی الوقت ۱۷ر اکتوبر کو جانے کی ریزرویشن کرائی ہے۔ لیکن اہلِ انجمن ا؎ اب چاہتے ہیں کہ میں اور جلد جاؤں لیکن PIA میں پہلے کی تاریخوں میں جگہ ہی نہیں مل رہی۔

امید ہے تم بخیر ہوں گے۔

خیر اندیش

گیان چند

(۶)

یکم نومبر ۱۹۹۷ء

ایرو گرام

۹/۲۵، اندرنگر، لکھنؤ 226016

فون: 0522-343293

عزیزی تسلیم

میں کل صبح سفرِ پاکستان سے واپس آیا۔ واپسی پر گھر کا فون مردہ پایا۔ دیکھیں کتنے دن میں ٹھیک ہوتا ہے۔ میں اور اہلیہ صرف کراچی اور لاہور گئے ا؎، اسلام آباد نہیں گئے کیوں کہ وہاں ''مقتدرہ قومی زبان'' کے افتخار عارف ۲؎ باہر تھے اور کوئی بڑا ادیب موجود نہ تھا۔ کراچی اور لاہور میں اہلِ اردو نے نہایت الفت و احترام کا اظہار کیا۔ ہندوستان اور پاکستان کے لوگوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہاں کئی تقریبات، چائے پانی اور کھانے ہوئے۔ بہت سی کتابیں ملیں جن میں سے کئی کو میں نے امریکہ بھیجنے کا انتظام کیا۔ میری ایک کتاب ''اردو کی ادبی تاریخیں''، انجمن ترقی اردو پاکستان اور اردو اکیڈمی یوپی سے شایع ہو رہی ہے ۳؎۔ کراچی سے یہ دسمبر تک شایع ہو جائے گی۔ میں نے بابائے اردو لیکچر کے لیے اسی سے موضوع لیا۔ ''اردو کی ادبی تاریخوں کا تحقیقی مطالعہ۔ ۱۹۴۷ء تک'' ۴؎۔ جلسہ بڑے ہال میں تھا۔ اور کامیاب رہا ۵؎۔ اگلے دن انجمن کے دفتر میں، میں وقتِ مقررہ پر بیٹھا اور کراچی کے اہلِ ادب نے مجھ سے سوال کیے ۶؎۔ ''نیا دور'' لکھنؤ یادگارِ آزادی نمبر میں میرا ایک مضمون ''اردو کی اعلیٰ تدریس کے پچاس سال'' یہ ہندوستانی یونیورسٹیوں میں اردو تدریس سے متعلق ہے۔ میں نے اسی کو کراچی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو نیز پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شعبۂ اردو میں پڑھا۔ پنجاب یونیورسٹی کا شعبۂ اردو ''اورینٹل کالج'' ہی میں ہے۔ ادارۂ نقوش کی جانب سے ایک تقریب میں مجھے چائے پانی کے بعد دیر تک لوگوں کے سوالات کے جواب دینے پڑے۔ گورنمنٹ کالج لاہور (جہاں ایم۔اے اردو ہے) اور ''بزمِ اقبال''، لاہور کی تقریبات میں بھی شریک ہوا۔ کراچی میں ہم جمیل جالبی ۷؎ کے یہاں اور لاہور میں جاوید طفیل ۸؎ ''مدیر نقوش'' کے گھر پر ٹھہرے۔ کراچی میں مشفق خواجہ ۹؎ سے روز کا ملنا ہوتا تھا۔ وہاں انتظار حسین ۱۰؎ بھی آئے ہوئے تھے۔ کراچی میں ان کے علاوہ ہاجرہ مسرور ۱۱؎، مشتاق احمد یوسفی ۱۲؎ اور ادا جعفری ۱۳؎ سے بھی ملاقات ہوئی۔ لاہور میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ۱۴؎، تحسین فراقی ۱۵؎، وحید قریشی ۱۶؎، ڈاکٹر معین الرحمٰن (پروفیسر اردو گورنمنٹ کالج) ۱۷؎، ڈاکٹر سلیم اختر ۱۸؎ وغیرہ ملے۔ میں ڈاکٹر عبادت بریلوی ۱۹؎ سے نہ مل سکا۔

تم نومبر کے آخر یا دسمبر کے اوائل میں خود آجانا یا کسی ریسرچ اسکالر کو بھیج دینا اپنا اور اپنے بڑے بھائی پرکاش مونس ۲۰ کی بہت سی تحریریں بھیج دوں گا۔ مونس صاحب کی ڈی لٹ کے مقالے کے Notes ہیں۔ وہ مقالہ لکھ نہ پائے۔ شاید ان کی تحریروں سے کوئی استفادہ کر سکے۔ میرا بہت سا مواد موجود ہے اسے تمھارے ذی علم ہاتھوں کے حوالے کر کے سبک دوش ہو جاؤں گا۔ کسی کو بھیجنے سے قبل فون کر لینا۔

میں خوش ہوں کہ تم مجھ پر تفصیلی کام کرنا چاہتے ہو۔ امید ہے تم بخیر ہوں گے۔

خیر اندیش

گیان چند

(۷)

۲۷ / نومبر ۱۹۹۷ء

لیٹر پیڈ

۹/۲۵، اندر نگر، لکھنؤ 226016

فون: 0522-343293

عزیزی ظہور تسلیم

اپنی ذاتِ کم صفات سے متعلق کچھ کاغذات بھیج رہا ہوں۔ ان میں کچھ Junk ہے، تمھیں جو کچھ مفیدِ مطلب دکھائی دے، رکھ لینا، بقیہ پھینک دینا۔ اب تمھیں خود آنے یا کسی ریسرچ اسکالر کو بھیجنے کی ضرورت نہیں رہی۔ آج میں نے اپنی تمام کتابیں حیدر آباد مرکزی یونیورسٹی کو تحفتہً بھیج دیں۔ چار Crate اپنے لیے پانی کے جہاز سے بھیجنے کے لیے دہلی بھیج دیے۔ حیدر آباد سے ڈاکٹر انوار الدین ۱۲س کام کے لیے آئے تھے۔

میں نے ۱۹۶۸ء میں کلامِ غالب کے قابلِ ذکر محاوروں وغیرہ کی لغت بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ ان کے کارڈ بھیج رہا ہوں۔ تم انھیں کہیں بھی استعمال کر لینا۔

میں ۲۳ دسمبر کو امریکہ پہنچوں گا۔ فی الحال میرا فون اور پتا میری دختر والا ہوگا جو یہ ہے:

22356, West Harrison Street

Porterville, California-93257

USA

فون: 001-209-7848161

میں ۲۰ یا ۲۱ دسمبر کو لکھنؤ سے جاؤں گا۔

امید ہے تم بخیر ہو گے۔ میرے کاغذات کو، اگر ضرورت سمجھو تو کالڑا صاحب کو دکھا سکتے ہو۔

خیر اندیش

گیان چند

(۸)

۲رفروری ۱۹۹۸ء

لیٹرپیڈ

22356, West Harrison Street
Porterville, California-93257
USA
فون: 001-909-393-2963 (لڑکے کا فون نمبر)

عزیزی ڈاکٹر خواجہ ظہور الدین تسلیم

بہت سی اُفتاد کے بعد میں اور میری اہلیہ یہاں ۶ جنوری کی شام کو پہنچ گئے۔ اُفتاد کی داستان یہ ہے کہ ہم لوگ اصلاً ۲۱ دسمبر لکھنؤ سے دہلی کے لیے اور ۲۲ دسمبر کی رات میں دلّی سے امریکہ کے لیے چلنے والے تھے، لکھنؤ سے گاڑی رات دس بجے چلتی تھی، میں اور اہلیہ ریل میں A.C-2-Ties کے ڈبے میں بیٹھ گئے۔ گاڑی چلنے سے ۲۰ منٹ پہلے میں نے چھوڑنے والوں کو وداع کر دیا۔ میری بیوی نے کم فہمی سے تمام ضروری اور قیمتی اشیا ایک چھوٹے سے air-bag میں رکھ لی تھیں۔ گاڑی چلنے سے ۱۵ منٹ پہلے کسی نے ہمارا وہ بیگ غائب کر دیا۔ اس میں ہماری حسبِ ذیل چیزیں تھیں۔

پاسپورٹ، ریل اور ہوائی جہاز کے ٹکٹ، ۲۴ لاکھ سے زیادہ کے دہلی کے بینکوں کے نام کے ڈرافٹ، بہت تھوڑا سا نقد روپیہ۔

پاسپورٹ اور ہوائی جہاز کے ٹکٹوں کی عدم موجودگی میں ہمارا سفر کرنا بے معنی تھا۔ ہم نے گاڑی میں سے اپنا سامان اتار لیا، اسٹیشن پر ڈیڑھ گھنٹا لگا کر FIR کٹائی اور گھر واپس آ گئے۔ مکان اور سارا ساز و سامان ہم بیچ چکے تھے یا کسی کو دے دیا تھا۔ آ کر ایک پڑوسی کو جگایا اور رات وہاں گزاری۔ جس نے مکان خریدا تھا اس سے خالی مکان کھلوایا اور رات ہی کو لڑکے کو امریکہ فون کر دیا۔ صبح کو ہم اپنے خالی مکان میں آ گئے اور پڑوسیوں سے کچھ سامان مانگ کر رہنے لگے۔ ہمارے امریکہ والے لڑکے نے امریکہ میں بیٹھے بیٹھے زمین و آسمان ایک کر دیا۔ دنیا بھر کو فون کیے اور اثر و رسوخ بر سرِ کار لایا۔ اس کا I.I.T کا ایک کلاس فیلو لکھنؤ میں انکم ٹیکس میں Dy Commissioner (Investigation) ہے۔ اس کا کام لوگوں کے یہاں raid کرنا ہے۔ اس کی وجہ سے پورا انکم ٹیکس کا محکمہ ہماری مدد کے لیے کھڑا ہو گیا۔ ایک دوسرا دوست دہلی میں I.A.S اور ڈپٹی سکریٹری ہے۔

ہمارے لیے سب سے بڑے کام دو تھے۔ نیا پاسپورٹ بنوانا، دہلی کے بینکوں کے گم شدہ ڈرافٹوں کے عوض نئے ڈرافٹ بنوانا۔ پہلے تو پاسپورٹ افسر اور لکھنؤ کے بینک والے بہت لیت و لعل کرنا چاہتے تھے لیکن جب انکم ٹیکس والوں کا جوتا پڑا تو سب ٹھیک ہو گئے۔ دہلی والے دوست نے وزارتِ خارجہ کی طرف سے پاسپورٹ جلد بنانے کی تاکید کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں ۳۰ دسمبر کو نئے پاسپورٹ اور یکم جنوری کو نئے بینک ڈرافٹ مل گئے۔ اسی دن سہ پہر کو ہم دہلی کے لیے چلے گئے۔ ۲ جنوری کی صبح تھوڑے سے کاغذی کام کے لیے امریکی سفارت خانے اور دہلی میں انکم ٹیکس آفس گئے۔ دونوں جگہوں پر فوراً کام ہو گیا اور صبح سوا دس بجے ہم فارغ ہو گئے۔ وہاں سے ۵ اور ۶ جنوری کے بیچ کی رات کو امریکہ کے لیے پرواز کی۔

اس معرکے میں ہمارا سوا لاکھ روپیوں سے زیادہ کا نقصان ہوا۔ ہمارے بیگ میں ۱۹۹۴ء کے خریدے ہوئے ۶۰ ہزار روپوں کے

اندرا وکاس پتر تھے جو مارچ ۲۰۰۰ء میں واجب الادا ہوتے۔ ان کی موجودہ قیمت ایک لاکھ کے قریب ہوگی۔ اندرا وکاس پتر میں کسی کا نام نہیں لکھا ہوتا۔ یہ نقد نوٹ کی طرح ہے جسے کوئی بھی بھنا سکتا ہے۔ روپیوں سے زیادہ تکلیف دہ دفتروں کی خاک چھاننے کی تھی۔ میرے امریکہ والے لڑکے کا سالا (جو سکھ ہے) چنڈی گڑھ سے آ گیا تھا۔ اس کے سبب بہت مدد ملی۔ ہم روز صبح ۱۰ بجے دفتروں کے لیے نکل پڑتے تھے اور شام کو ۵ بجے کے قریب بغیر لنچ کے گھر واپس آتے تھے۔ بڑی کاغذی اور قانونی کارروائی کرنی پڑی۔ کم از کم ۱۲۹ اسٹامپ کاغذ بھرے، پوری رقم کے مقامی ۲ ضامن تلاش کیے وغیرہ۔ بہر حال

All's well that ends well

دہلی میں میرا بڑا لڑکا جو بنکاک میں ہے آ گیا تھا، اس کی وجہ سے مجھے بہت آسانی رہی۔ بیگ میں پوری ڈاک اور فون کے پتے کی ڈائری بھی کھو گئی۔ مجھے جو پتے زبانی یاد ہیں ان سے کام لے رہا ہوں۔ کچھ لوگوں کے فون نمبر لکھے ہیں بقیہ کے نہیں۔

تمھیں خود سے متعلق کچھ کاغذات اور خرافات کا پارسل بھیجا تھا لکھو تمھیں مل گیا کہ نہیں۔ اپنے لیے امریکہ لانے کے لیے کتابوں کی چار بڑی پیٹیاں دہلی بھیجیں۔ چاہتا ہوں کہ وہاں سے بحری جہاز سے امریکہ آ جائیں۔ ان کا ابھی تک انتظام نہیں ہوا۔ اس طرح میں امریکہ میں خالی بیٹھا ہوں۔ دس پندرہ دن اپنے لڑکے کے پاس رہتا ہوں، پھر دس پندرہ دن اپنی لڑکی کے پاس دو سو میل دور جاتا ہوں۔ کہاں ہندوستان کی مصروفیت کہاں یہاں کی بے فکری۔ نہ کوئی تشویش ہے نہ کام، نہ ذمے داری۔

میں نے اپنی یہ کیفیت ''ہماری زبان'' کو ایک مراسلے میں لکھ بھیجی تھی۔ لکھو وہاں شایع ہوئی کہ نہیں۔ عابد کالڑا صاحب ریٹائر ہو گئے ہوں گے۔ اب وہ کہاں ہیں؟ اگر جموں میں ہوں تو انھیں میرا حال بتا دینا اور ان سے پوچھ کر کراچی میں مشفق خواجہ اور جمیل جالبی کا ڈاک کا پتا لکھنا۔ اپنے گھر کا پتا اور فون نمبر بھی لکھ دینا۔

میں نے آنے سے پہلے ''کتاب نما'' کو ۵۰۰ روپے کا اور ''آج کل'' کو ۶۰۰ روپے کا منی آرڈر کیا تھا تا کہ پورے ۱۹۹۸ء میں مجھے ڈاک سے پرچے بھیجتے رہیں۔ ابھی تک پرچہ نہیں آیا۔

میں آخر کار اپنے لڑکے کے پاس رہنا چاہتا ہوں۔ اس کے موجودہ مکان میں ہمارے لیے فالتو کمرا نہیں۔ وہ موجودہ مکان کو بیچ کر نیا بڑا مکان لے گا۔ اس میں ابھی وقت لگے گا تب تک ہمیں خانہ بدوشوں کی طرح دونوں مقامات پر Shuttling کرنا ہے۔ میرے لڑکے اور لڑکی، ان کے Spouse اور بچے ہمارے لیے غیر معمولی طور پر محبت اور لحاظ کرنے والے ہیں۔ ان سے زیادہ سعادت مند کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس کے باوجود میں اردو اور اردو والوں سے بالکل کٹا ہوا ہوں۔ مہاجروں کے جذبات محسوس کر رہا ہوں۔ ہندوستان کے تمام رفقا یاد آتے ہیں۔

لکھو کہ منظر اعظمی صاحب کا انتقال کس مرض سے ہوا تھا۔ کیا ''شاعر'' کا ہم عصر ادب نمبر آیا۔ ''ہماری زبان'' کا ہوائی ڈاک سے آنے کا انتظام نہیں۔ اگر ہوتا تو وہ جو کچھ بھی چندہ لیتے میں جمع کر سکتا تھا۔ میں نے اوپر اپنی لڑکی کے مکان کا پتا لکھا ہے۔ تم ساڑھے چھے روپے کے ایروگرام پر اسی کے ذریعے جواب دے سکتے ہو۔ تمام رفقا کو میرا اسلام کہنا۔

خیر اندیش

گیان چند

(۹)

۱۶/مارچ ۱۹۹۸ء

اریوگرام

3262 OAK LEAF

Chino Hills - CA 91709

(USA)

عزیزی ظہورالدین تسلیم

تمھارے ۲۷ مارچ کا سعادت نامہ پانچ چھے دن پہلے ملا۔ سنیچر ۱۴ مارچ کو مجھے یہاں کی ایک ادبی تقریب میں بہ حیثیت مہمانِ خصوصی کے شامل ہونا تھا۔ سوچا تھا کہ اسے دیکھ لوں تو لکھوں۔ یہاں ادیبوں میں شاعر ہی ہیں۔ نثر نگار نہیں ہیں۔ شاعروں میں بڑی تعداد ان کی ہے جن کا کوئی شعر یا مصرع غیر موزوں ہوتا ہے۔ ادبی انجمنوں اور شعرا میں بڑی لاگ ڈانٹ ہے۔ ہر ایک دوسروں کو جاہل کہتا ہے اور یہ بڑی حد تک صحیح ہے۔ میں ابھی امریکہ میں اردو کی صورتِ حال کا عرفان نہیں رکھتا، اس لیے اس موضوع پر قلم نہیں اٹھا سکتا۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ تم نے سیمینار کے لیے نئی سمتوں کو چُنا ہے۔

میرا واقعہ اب ماضی کی ایک بات بھر ہے۔ چور نے پاسپورٹ اور کچھ بینک ڈرافٹ اسٹیشن پر پھینک دیے۔ کسی نے ہمارے دونوں کے پاسپورٹ اور ۴ ڈرافٹ اسی رات کو (۲۱ دسمبر کی رات) اسٹیشن ماسٹر کو جا کر دے دیے وہ حرام زادہ مہینے بھر سے زیادہ انھیں لیے بیٹھا رہا۔ پاسپورٹ میں ہمارا پتا اور فون نمبر درج تھا۔ اگر ہمیں مطلع کر دیتا تو ہمیں نئے پاسپورٹ بنوانے کی طوالت نہ پڑتی۔ وہ ساتھ میں GPR کے دفتر میں خبر دیتا جہاں ہم نے FIR لکھائی تھی تو بھی ہمیں معلوم ہو جاتا۔

تم نے اور کالڑا صاحب نے واقعے کی حقیقت جاننے کے لیے بہت تردّد کیا۔ اپنوں سے یہی توقع ہے۔ کالڑا کو دسمبر ۱۹۹۷ء کے آخر میں ریٹائر ہونا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ ابھی جموں ہی میں ہیں۔ پتا ہوتا تو انھیں خط لکھتا۔ اب یہی خط انھیں پڑھوا دینا۔

میرے پاس ''کتاب نما'' کا فروری کا پرچہ آیا، جنوری کا نہیں آیا۔ ''آج کل'' کو ۶۰۰ روپیوں کا منی آرڈر کیا تھا۔ انھوں نے ابھی تک کروٹ ہی نہیں لی۔ انھیں میری طرف سے یاددہانی کر دو۔ ''ہماری زبان'' کے لیے میں نے مراسلہ بھیجا تھا اور خلیق انجم ؔ اور ایم حبیب ؔ کو چٹھی لکھی تھی۔ کوئی جواب نہیں۔ اگر 'ہماری زبان' ہوائی ڈاک سے بھیجنے کو تیار ہوں تو میں مطلوبہ چندہ دے سکتا ہوں۔

یہاں سے کچھ پاکستانی پرچے نکلتے ہیں مثلاً Pakistan Today, Pakistan Links۔ ان میں اردو کا جز و بھی ہوتا ہے۔ ان میں میری خبر، مراسلہ، تصویر اور ذکر آتا رہتا ہے۔ یہاں مجھے شاعروں نے گھیرا ہے۔ اگلے سنیچر ۲۲ مارچ کو کسی کے گھر پر ایک مختصر سے مشاعرے کی صدارت کرنی ہے۔ کوشش کروں گا کہ ان کے نرغے سے نکل سکوں۔ یہ سب شاعر اور ادیب پاکستانی ہیں یعنی بیش تر ہندوستان سے گئے ہوئے اور کچھ لوگ پنجابی۔

دلی میں میری کتابیں لانے کی بات چل رہی ہے۔ پانی کے جہاز سے لانے کے لیے ساڑھے دس ہزار روپے مانگ رہا ہے۔

ساتھ ہی دنیا بھر کی کاغذی کارروائی۔
تم نے مشفق خواجہ کا پوسٹ کوڈ ۴۶۰۸ ۷ لکھا ہے۔ میرا خیال ہے ۴۶۰۰ ۷ ہوگا۔
اب یہاں فرصت ہی فرصت ہے۔ کوئی بڑا کام نہیں۔ اخبارات پڑھتا رہتا ہوں۔ کالڑا صاحب اور جگن ناتھ آزاد کو سلام کہنا۔
امید ہے سب بخیر ہوں گے۔

خیر اندیش
گیان چند

(۱۰)

۱۹/اگست ۱۹۹۸ء

سادہ کاغذ

3262 OAK LEAF

Chino Hills, CA- 91709

(USA)

عزیزی ظہورالدین تسلیم

لاس اینجلس کے اخبار ''پاکستان اردو لنک'' میں ایک خبر اور تصویریں چھپیں وہ بھیج رہا ہوں۔ ''پاکستان لنک'' انگریزی کا ہفتہ وار ہے جس کے ساتھ ۸ صفحوں کا اردو ضمیمہ بھی ہوتا ہے۔
لکھو کالڑا صاحب کہاں ہیں؟ پہلے میں نے سنا تھا کہ وہ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۷ء کو ریٹائر ہو جائیں گے۔ اسی لیے میں نے انھیں خط نہیں لکھا کہ معلوم نہیں ریٹائرمنٹ کے بعد کہاں گئے ہوں گے۔ اب معلوم ہوا کہ وہ ۳۰ جون ۱۹۹۸ء کو ریٹائر ہوئے ہیں۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ معلوم نہیں ان کا کیا پتا ہے۔ اگر وہ جموں میں ہوں تو ان سے کہو مجھے خط لکھیں۔ اگر جموں سے باہر چلے گئے ہیں تو ان کا پتا لکھو۔
انھوں نے بنارس کی سلیکشن کمیٹی میں حنیف نقوی کو Merit Promotion Scheme کے تحت پروفیسر بنایا اور نیّر جہاں (یا کوئی اور جہاں) کو جنرل پوسٹ میں۔ اس سے حنیف بہت بددل ہے۔ نیّر جہاں کا اور حنیف کا کیا مقابلہ۔ میں جہاں صاحبہ کی کسی کتاب کے نام سے واقف نہیں۔ بنارس یونیورسٹی میں MPS والے ترقی یافتگان کو جنرل پوسٹ والوں سے جونیر رکھا جاتا ہے۔
کالڑا صاحب کو ریٹائرمنٹ کے بعد کوئی پروجیکٹ ملا کہ نہیں؟ میری کتابیں آ گئی ہیں اور پڑھنے لکھنے کا سلسلہ جاری ہے۔
رفقا کو بالخصوص جگن ناتھ آزاد صاحب کو میرا سلام پہنچا دینا۔ امید ہے تم بخیر ہو گے۔

خیر اندیش
گیان چند

(۱۱)

۱۸/دسمبر ۱۹۹۸ء

اریوگرام
میرا نیا پتا: (نواڈا اسٹرک کا نام ہے)
(آروائن، لاس انجلس کا ذیلی شہر ہے)
23 Nevada
Irvine-CA-92606
(USA)
فون:(001)-949-559-6012
e-mail:gianchand@aol.com

عزیزی خواجہ ظہورالدین تسلیم

میں اور میرا لڑکا، کل نئے مکان میں منتقل ہو رہے ہیں۔ اوپر لکھا ہوا پتا نوٹ کرلو۔ معلوم نہیں کالڑا صاحب جموں میں ہیں یا نہیں۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ ریٹائرمنٹ کے بعد انھیں یو جی سی سے کوئی پروجیکٹ ملا کہ نہیں۔ وہ جموں میں ہوں تو کہو کہ مجھے مندرجہ بالا پتے پر خط لکھیں۔

قومی کونسل دہلی نے میری اور سیّدہ جعفر ا کی مشترکہ ''تاریخ ادبِ اردو ۱۷۰۰ء تک'' پانچ جلدوں میں شایع کر دی ہے کونسل نے مجھے ایک set ہوائی ڈاک سے بھیجا ہے، دوسرا بحری جہاز سے بھیج رہے ہیں جو دو تین ماہ میں آئے گا۔ معلوم نہیں مزید اور کوئی کاپی دیں گے کہ نہیں؟ دیں تو ان سے کہوں کہ ہندوستان میں 'بہ شمول جموں' میرے لکھے ہوئے پتوں پر بھیج دیں۔

میں نے اس تاریخ پر تبصرہ لکھ کر اپنی زیرِ طبع کتاب ''اردو کی ادبی تاریخیں'' میں شمول کے لیے بھیجا ہے۔

امید ہے تم بخیر ہو گے رفقا کو سلام کہنا۔

اپنا گھر کا پتا اور دفتر نیز گھر کا فون نمبر لکھ دینا تا کہ بوقتِ ضرورت کام آئے۔

خیر اندیش
گیان چند

(۱۲)

۳۱/جنوری ۱۹۹۹ء

اریوگرام
23 Nevada
Irvine-CA-92606
(USA)

عزیزی ظہور تسلیم

تمھارا بغیر تاریخ کا خط چار دن پہلے ملا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ایک لفافے میں تمھارے اور کالڑا کے نام خط لکھوں کہ کل رات شمس الرحمٰن فاروقی ا کی ای میل سے معلوم ہوا کہ کالڑا فوت کر گئے۔ نہایت افسوس ہوا۔ میرے ریسرچ کے شاگردوں میں کالڑا

اور حکم چند نیر۲ ریٹائر ہونے کے ایک دو سال کے اندر اور منظر اعظمی تین سال میں جاتے رہے۔ کتنے شاگردوں کا غم دیکھ چکا ہوں۔ کالڑا کے گھر ان کے کتب خانے کا جائزہ لینا۔ ہو سکے تو سب، ورنہ منتخب کتابیں اور مسودے خرید لینا۔ معلوم نہیں وہ آج کل کیا لکھ رہے تھے۔ میرے امریکہ آنے کے بعد ان سے کوئی مراسلت نہیں ہوئی۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ مرض الموت کی نوعیت کیا تھی؟ میری اور سیّدہ جعفر کی مشترکہ ''تاریخ ادبِ اردو ۱۷۰۰ء تک'' ۵ جلدوں میں قومی کونسل دہلی نے شایع کی ہے۔ میں نے شمس الرحمٰن فاروقی کی معرفت ڈائرکٹر بھٹ۳ کو لکھوایا تھا کہ ایک ایک Set تمھیں اور کالڑا کو بھیج دوں۔ اب ان کے نام کا سیٹ منسوخ کرواؤں گا۔
ایک بات۔ تم نے خط کے آخر میں لکھا ہے کہ مخلص ڈاکٹر ظہور الدین۔ ایک واقعہ سنو۔ جب میں الٰہ آباد یونیورسٹی میں ریسرچ اسکالر تھا، سنہ ۱۹۴۶ء کے قریب، میں صدرِ شعبہ ضامن صاحب۴ کے کمرے میں بیٹھا تھا۔ ساتھ میں ڈاکٹر اعجاز حسین۵ لیکچرر بھی موجود تھے۔ ضامن صاحب کے پاس کلکتے سے ان کے ایک سابق شاگرد کا خط آیا، جس کے آخر میں لکھا تھا۔

نیاز مند

مبارک مزدور

یہ لڑکا کمیونسٹ لیڈر تھا۔ ضامن صاحب نے کہا ''یہ آج کل کے لونڈے خط میں 'نیاز مند' لکھتے ہیں، میں سمجھا نہیں۔ میں نے کہا'' کیوں نیاز مند میں کیا ہرج ہے۔'' اعجاز صاحب نے کہا ''بڑوں کو نہیں لکھتے'' نیاز مند کا ترجمہ ہے Yours Faithfully کا، غیروں کو یا برابر والوں کو لکھتے ہیں۔ مخلص ترجمہ ہے Yours Sincerely کا۔ یہ بھی برابر والوں کو لکھا جاتا ہے۔ اردو میں آداب پر زور ہے اس لیے بڑوں کو احقر، خادم، نیاز کیش، نیاز آگیں، عقیدت کیش، ارادت مند، ناچیز، خاکسار وغیرہ لکھتے ہیں۔
اب پروفیسر آل احمد سرور سے میری بے تکلفی ہو گئی ہے لیکن خط میں آداب میں انھیں محترم اور آخر میں خادم لکھتا ہوں، مخلص کبھی نہیں لکھا۔ یہ چھوٹی سی بات ہے لیکن تمھاری تربیت کی خاطر لکھ دیا۔ امید ہے تم بخیر ہوں گے۔

دعا گو

گیان چند

(۱۳)

۱۸/جون ۱۹۹۹ء

سادہ کاغذ

23 Nevada

Irvine-CA-92606

(USA)

عزیزی ظہور تسلیم

مجھے تمھارا خط مورخہ ۷/جون پرسوں ۱۶/جون کو مل گیا، کافی جلدی آ گیا۔ میں اس خط کے ساتھ دو چیزیں بھیج رہا ہوں۔ (۱) خط امین بنجارہ۱ کے نام، اسے ایک لفافے میں رکھ کر انھیں بھجوا دینا۔ (۲) مشفق خواجہ کی فرمائش پر کالڑا کے بارے میں ایک مضمون لکھا ہے۔ انھیں بھی آج بھیجوں گا، تمھیں بھی۔ تم اسے ''تسلسل''۲ میں یا کہیں اور چھپوا دینا۔ اگر کتابیں یونیورسٹی کی ڈاک سے بھیج سکو تو بھیجو، اپنے صرفے سے نہ بھیجو۔ رجسٹری کرانے کی ضرورت نہیں۔ یو ایس اے کی حدود میں ڈاک میں کسی چیز کا کھونا

ناممکن ہے۔ سمندری ڈاک سے پانچ مہینے لگ جاتے ہیں اس لیے ہوائی ڈاک ہی سے بھیجنی چاہیے۔

القاب وغیرہ کی بات میں نے تمھیں سکھانے کے لیے لکھ دی تھی ورنہ اردو کی روایتیں معقول نہیں۔ معنی کے لحاظ سے مخلص، نیاز مند، دعا گو، خیر اندیش میں کیا قباحت ہے کہ چھوٹے بڑوں کو نہ لکھیں لیکن دعا گو اور خیر اندیش بڑے چھوٹوں کو لکھتے ہیں، چھوٹے بڑوں کو نہیں۔ میں نے خود کبھی خط کے آخر میں احقر نہیں لکھا، خادم لکھ دیتا ہوں۔

واقعی تم نے رجسٹرار کی ذمے داری کیوں لی ہے۔ پہلے Controller of Examination بھی تھے۔ یہ اور رجسٹرار کا عہدہ غیر علمی ہے لیکن ان میں اقتدار و اختیار زیادہ ہے۔ رجسٹرار اور پروفیسر کے عہدے آپس میں میل نہیں کھاتے۔ تمھارا مزاج جس سے میل کھائے، وہ پسند کر لو، دوسرے کو چھوڑ دو۔ رجسٹرار بھی رہتے ہوئے تم کوئی ادبی کام نہیں کر سکتے۔

تم کالڑا صاحب کی بیوی بچی کو کس بنا پر پروفیسر کے مکان میں رکھو گے۔ تمھارا جذبہ قابلِ قدر ہے لیکن ایسا نہ کرو کہ معلوم ہو اپنے کسی مقرب کو نوازنے کے لیے قاعدے توڑ رہے ہو۔ اب انھیں جہاں اتنا بڑا صدمہ جھیلنا پڑ رہا ہے وہاں کہیں اور مستقل اقامت کا انتظام بھی سہی۔

کسی نے مجھ سے کہا کہ سیلاب میں شعبے کی جو کتب مبینہ طور پر ضائع ہو گئیں، ان میں سے کچھ کالڑا کے پاس ہیں۔ اس شخص کا دعویٰ ہے کہ اس نے خود ایسی ایک کتاب ان کے گھر دیکھی ہے۔ کبھی موقع ہو تو تم کالڑا کے بچے ہوئے مسودات دیکھنے ان کے گھر جاؤ اور دیکھو کہ انشا کے مخطوطات یعنی ''کیتکی کی کہانی'' وغیرہ کیا ان کے گھر میں موجود ہیں۔ تم اگر کالڑا کی بیوی کی مالی مدد کرنا چاہو تو کالڑا کا کتب خانہ مع مسودات کے یونیورسٹی لائبریری کے لیے خرید لو۔

وقت نکال کر میرا مضمون پڑھو۔ اس میں کچھ واقعاتی غلطی ہو تو وقت ملنے پر مجھے لکھنا۔ رجسٹرار کے مزید عہدے کو سنبھالنے کی وجہ سے تم واقعی بہت مصروف ہو۔ غائب ذہنی کی وجہ سے اپنے ۷ جون کے خط کو بغیر کسی القاب (محترمی تسلیم) وغیرہ کے یکا یک ان الفاظ سے شروع کیا ہے ''آپ کا خط مجھے۔۔۔''

میں اہلیہ کے ساتھ تقریباً ۲۵ ستمبر سے ۳۰ نومبر تک ہندوستان جانے کا منصوبہ بنا رہا ہوں۔ جگہ جگہ جاؤں گا۔ جموں آنے کو تو جی چاہتا ہے لیکن ہندوستان میں سفر کی صعوبتیں بہت ہیں۔ میں نے سنا تھا کہ ہندوستان میں انڈین ایئر لائنز بزرگوں (Senior Citizens) کو اندرونِ ملک سفر میں 80 فیصد رعایت دیتی ہے۔ وقت ملنے پر معلوم کرانا کہ دہلی سے جموں کا ہوائی جہاز کا دو طرفہ سفر بوڑھوں کے لیے کتنے میں ہو سکتا ہے۔ میری صحت میں بھی زوال آیا ہے اس لیے سفر سے اور بھی وحشت ہے۔ جموں میں کسی اسکالر سے عابد؟ اور دوسرے سے منظر اعظمی پر پی ایچ ڈی کا کام کرا دو۔ مجھ سے کالڑا اور کتابوں کے تعلق سے جس نے کہا تھا خط میں اس کا نام نہیں لکھ سکتا، ملنے پر بتا دوں گا۔ وہ جموں کشمیر کا نہیں، ہندوستان کے کسی اور علاقے کا ہے۔

امید ہے تم بخیر ہوں گے۔ میں قاضی عبدالودود پر کتاب لکھنے میں مستغرق ہوں۔ بنجارہ کا خط تم پڑھ لینا۔

دعا گو

گیان چند

Phone: 949-559-6012

email: gianchand@aol.com

۱۸/دسمبر ۱۹۹۹ء

اِروگرام

23 Nevada

Irvine-CA-92606

(USA)

عزیزی ظہور الدین تسلیم

میں یکم ستمبر تا ۱۵/ستمبر بنکاک تھائی لینڈ میں اپنے بڑے لڑکے کے پاس رہا۔ ۱۵/ستمبر تا یکم دسمبر ہندوستان میں رہا اور پھر ۲/دسمبر تا ۱۵/دسمبر بنکاک میں۔ ۱۵ کو یہاں امریکہ آیا۔ میرے ساتھ میری اہلیہ بھی گئی تھیں۔ جانے سے کافی پہلے میں نے تمھیں ایک خط لکھ کر یہ دریافت کرنے کو کہا تھا کہ کیا بزرگوں کو ہندوستان میں ہوائی سفر میں آدھا کرایہ ہی دینا پڑتا ہے نیز یہ کہ جموں تا دلی ہوائی جہاز کا کیا کرایہ ہے۔ مصروفیات کی وجہ سے تم نے جواب نہیں دیا۔ اہلیہ اور میں نے سفر کے لمبے چوڑے پروگرام بنائے جن ۱۲ شہروں میں جانا تھا۔ جب ہم رضا لائبریری کے سلسلے میں رام پور گئے تو ہم اپنے ایک دوست کے یہاں ٹھہرے۔ شومئی قسمت سے اگلے ہی دن جب میری بیوی ۹/اکتوبر کو نہانے کے لیے غسل خانے میں گئیں تو کسی طرح ابلتے پانی کا ایک بڑا سمووار (Somovar) اپنے اوپر گرالیا جس کی وجہ سے ان کے کولہے، زیریں کمر، رانیں اور ایک ہاتھ جل گیا۔ اگلے دن ہم انھیں ٹیکسی میں مظفر نگر اپنے ہم زلف کے یہاں لے آئے۔ ۲۰ دن میں وہ تقریباً ٹھیک ہو گئیں اور ہم نے ہوائی جہاز کا سفر اختیار کیا۔ دہلی سے بنگلور پھر حیدر آباد، بمبئی، بھوپال۔ وہاں سے ریل سے لکھنؤ اور دہلی جہاں سے میں کار سے علی گڑھ گیا۔ حیدر آباد میں، میں سالار جنگ لائبریری گیا تھا۔ وہاں سے نکلتے وقت پاؤں ٹیڑھا رکھا گیا جس سے میرے پنجے میں معمولی سا فریکچر ہو گیا، اس کی وجہ سے بمبئی، بھوپال اور لکھنؤ میں آمد و رفت بہت محدود رہی۔ ضعیفی میں اتنے سفر نہیں کرنے چاہییں۔ ہمارا پروگرام احمد آباد، جے پور اور الٰہ آباد جانے کا بھی تھا لیکن اہلیہ کے جلنے سے ۲۰ دن ضائع ہو گئے اس لیے یہ تین جگہ قطع کیں جموں سے کسی نے اصرار نہیں کیا اس لیے اسے پروگرام میں شامل نہیں کیا۔

میرے جانے کے بعد تمھارے بھیجے ہوئے ''تسلسل'' کے دو شمارے آئے جو میں نے کل پڑھے ہیں۔ پرچہ خوب نکالا ہے۔ یہ تم جیسے فعّال شخص ہی سے ممکن تھا۔ دوسرے شمارے میں مرزا عبدالحق[۱] نے ۱۹۹۴ء کے بعد سے شعبۂ اردو کی سرگرمیوں کی تفصیل دی ہے۔ یہ ساری ہماہمی تم ہی کر سکتے تھے، میں ہوتا تو معذور رہتا۔ خوشی کی بات ہے کہ تم شعبے کو مجھ سے بہتر طریقے سے چلا رہے ہو۔ ان پرچوں سے عشرت کشمیری[۲] اور عابد مناوری[۳] کے انتقال کی خبر ملی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ تم نے کوئی کتاب علاقۂ جموں میں اردو زبان و ادب کے ارتقاء کے بارے میں انگریزی میں لکھی ہے۔ پہلے شمارے کا تمھارا پہلا مضمون اچھا تحقیقی نوعیت کا ہے۔ خورشید حمراہی[۴] کا مضمون بھی خوب ہے۔ اسی طرح علاقائی زبانوں اور اردو کے تعلق پر بھی تم نے خوب وسعتِ نظر کے ساتھ لکھا ہے۔ دوسری جلد میں تمھارا مضمون ''ادھورا سچ'' نظریاتی تنقید کا ایسا مفکرانہ مضمون ہے کہ جس پر تمھارے ساتھ ساتھ میں بھی فخر کر سکتا ہوں کہ میرے ایک شاگردِ رشید نے فکر کی کن کن بلندیوں کو چھوا۔

پہلی جلد میں تم نے اپنے مضمون میں ص ۳۷ کے آخر میں اور ص ۳۸ کے شروع میں جموں میں شعبۂ اردو کے قیام کا ذکر کیا ہے۔ میں نے سوچا کہ شاید اس ضمن میں میرا نام بھی آ جائے لیکن نہ تھا اسی صفحے پر تم نے ۱۹۶۷ء میں ''انجمن ترقی اُردو' جموں شاخ کے قیام کا ذکر کیا ہے تمھیں یاد نہ ہوگا کہ میں نے سرور صاحب۵ سے اپنے مراسم کے ذریعے اجازت لے لی تھی کہ قواعد کے برخلاف انجمن کی مجلسِ اعلیٰ انتخاب کے بجائے نام زدگی سے مقرر کر لی جائے۔ جموں میں غالباً بلراج پوری۶ کی صدارت میں اور کشمیر میں شمیم احمد شمیم کی صدارت میں قائم کی تھی۔

۱۹۶۹ء میں غالب صدی کے سلسلے میں ۱۰۰ ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی تھی جس کا صدر میں تھا اور بلراج پوری اور وید بھسین۷ اس کے عہدے دار تھے۔ اس کمیٹی نے بھی کچھ کارروائیاں کی تھیں ممکن ہے تم نے اپنے انگریزی کتاب میں تفصیلات دی ہوں۔

بہر حال یہ خوشی کی بات ہے کہ جموں یونیورسٹی میں شعبہ اردو اتنے زوروں پر چل رہا ہے۔ دوسری جلد میں مرزا نے لکھا ہے کہ ایم۔اے اردو میں داخلے کے لیے ۱۰۸ درخواستیں آئیں جن میں سے ۴۰ داخل کیے گئے۔ کہاں یہ کہاں وہ دن کہ داخلوں کی خاطر شعبہ شام کو چلانا پڑا تھا۔ میرا خیال ہے کہ یونیورسٹی کے تمام پروفیسروں میں صدر شعبۂ اُردو سب سے زیادہ مصروف اور اہم پروفیسر ہے جو صدارتِ شعبہ، رجسٹرارشپ اور کنٹرولر آف ایگزامینیشن کی تہری ذمے داریاں لے کر hat-trick سرانجام دے رہا ہے۔ میرے کسی اور شاگرد نے کسی یونیورسٹی میں شعبہ اتنے نمایاں طریقے پر نہیں چلایا۔ تمھاری معلومات کے لیے لکھوں کہ میرا بھوپال کا ایک شاگرد یونس حسنی کراچی یونیورسٹی میں شعبۂ اردو کا پروفیسر اور صدر تھا۔ اب ریٹائرڈ ہو کر وہیں رہتا ہے۔ اکتوبر ۱۹۹۷ء میں اس نے کراچی میں مجھے طعام پر مدعو کیا تھا۔ تمھاری اعلیٰ کارکردگیوں سے میں بہت مطمئن اور خوش ہوں۔

امید ہے تم بخیر ہو گے۔

دعا گو

گیان چند

(۱۵)

۱۰ر جنوری ۲۰۰۱ء

ایروگرام

23 Nevada

Irvine-CA-92606

(USA)

عزیزی ڈاکٹر ظہور الدین تسلیم

میں دو ہفتے کے لیے اپنی بیٹی کے شہر گیا تھا۔ تین دن پہلے آیا تو تمھارا نئے سال کا دیدہ زیب کارڈ ملا۔ شکریہ۔ امید کرتا ہوں کہ نیا سال تمھارے لیے شادمانیوں اور کامرانیوں کا سال ثابت ہوگا اور تمھیں مزید ترقی کے درجات عطا کرے گا۔

مجھے یہ درخواست کرنی ہے کہ سرسوتی سمّان کے لیے میری کسی کتاب کو تجویز نہ کرنا۔ معلوم ہوا کہ یہ انعام واقعی محض تخلیقی ادب کے لیے ہے۔ وہ لوگ کسی مسلمان کو انعام دینا چاہتے تھے۔ شمس الرحمان فاروقی کو یہ سمجھ کر دے دیا کہ ''شعر شور انگیز'' شاعری کی

کتاب ہے۔ بعد میں جب انھیں معلوم ہوا کہ یہ تو ایک شرح ہے، وہ لوگ بڑے محجوب ہیں اور اس بات کا ذکر بھی کرنا نہیں چاہتے کہ اس کتاب پر ایوارڈ دیا ہے۔

میں نے قاضی عبدالودود پر اپنی کتاب مکمل کر لی ہے۔ آج کل اس کی صاف نقل کرنے میں لگا ہوا ہوں۔ اندیشہ ہے کہ یہ ایک ہزار صفحوں سے بڑھ نہ جائے۔ اسے ''انجمن ترقی اردو پاکستان'' اور ''مدھیہ پردیش اردو اکادمی'' بھوپال چھاپیں گی۔ دونوں کی طرف سے ازخود پیش کش آئی کہ وہ شایع کریں گے۔ میں انجمنِ پاکستان سے کوئی رائلٹی نہ لوں گا اور غالباً بھوپال کی اکادمی سے بھی نہیں۔ امید ہے تم بخیر ہو گے۔

دعا گو

گیان چند

(۱۶)

۵/جون ۲۰۰۱ء

لیٹر پیڈ

23 Nevada

Irvine-CA-92606

(USA)

عزیزی ظہورالدین شاد باشید

میں نے دو سال پہلے ہندوستان کا جو سفر کیا تھا، اس کے بعد اس کی اطلاع ہونے پر تم نے لکھا تھا کہ تمھیں میرے آنے کا پتا ہی نہ چل سکا۔ اس بار پھر سفر کا پروگرام ہے اس لیے تمھیں بروقت مطلع کر رہا ہوں۔ میں اور اہلیہ اگست ۲۰۰۱ء کے آخری ہفتے میں جانے کا سوچ رہے ہیں اس دفعہ یورپ کی جانب سے آئیں گے۔ راستے میں کراچی ٹھہر کر چار پانچ دن وہاں رہیں گے، اس کے بعد ہندوستان آ کر دو، پونے دو مہینے وہاں گھومیں گے۔ جی تو چاہتا ہے کہ مختلف شہروں میں جا کر سارے رشتے داروں اور دوستوں سے ملیں لیکن صحت اجازت نہیں دیتی۔ پچھلی بار رام پور میں ایک دوست کے یہاں قیام میں اہلیہ کا جسم گرم پانی سے جل گیا تھا، حیدر آباد میں میرے پاؤں میں فریکچر ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے پھر ہم نے ہندوستان کا اندرونی سفر بھی زیادہ تر ہوائی جہاز سے کیا۔ اس بار ہم کم شہروں میں جائیں گے۔ میری مالی حالت بھی پہلے سے کمزور ہے، اس لیے ہوائی جہاز کا سفر کم کریں گے۔ لکھنؤ میں ایک کوآپریٹیو بینک میں میرا کھاتہ تھا۔ وہ بینک بیٹھ گیا۔ لکھنؤ کے ایک بہت معتبر اور بڑے Financer کی معرفت کچھ کمپنیوں میں روپیہ جمع کر رکھا تھا اور اس پر کثرتِ اعتبار کی وجہ سے آتے ہوئے F.A بھی اس کے حوالے کر آئے تھے، وہ لکھنؤ سے بھاگ گیا۔ خیال ہے کہ لوگوں کا دو سو کروڑ روپیہ لے کر باہر کے کسی ملک میں چلا گیا۔ میرا سوا لاکھ یا ڈیڑھ لاکھ روپیہ خرد برد ہوا ہوگا۔

سب سے اچھا تو یہ ہے کہ مجھے جموں آنے کے زحمت نہ دو، حالاں کہ اس بار یہ سفر میرا برِصغیر کا آخری سفر ہوگا۔ جہاں جہاں ملازمت کی ہے ان سب جگہوں پر جا سکتا تو خوب تھا لیکن اپنی ۷۸ سال کی عمر دیکھ کر محرومی پر صبر کرنا ہوگا۔ اگر تمھارا بہت تقاضا ہو تو ہم دونوں (میں تنہا سفر کے قابل نہیں رہا) دہلی سے کسی ٹرین میں جموں آئیں گے اور وہاں دو دن رہ کر شالیمار ایکسپریس سے مظفر نگر (یوپی میں میرے ہم زلف اور سالی کا شہر) اتر جائیں، یہ گاڑی مظفر گڑھ ٹھہرتی ہے۔ تم مجھے ریل کا A.C Sleeper کا

کرایہ دے دینا۔ بہانہ ہوگا میرا کوئی توسیعی لیکچر کرانا۔ لیکچر کا معاوضہ مجھے نہیں چاہیے۔ اہلیہ کا ٹکٹ لینے میں مجھے کوئی پریشانی نہیں ۔لیکن سب سے اچھا یہی ہے کہ مجھے نہ بلاؤ۔ تم سے کہیں دہلی وغیرہ میں ملاقات ہوجائے تو کیا کہنا۔

امید کرتا ہوں کہ تم بخیر ہوں گے۔ یہ Letterhead علی گڑھ کے ڈاکٹر مختار الدین احمد نے مجھ سے پوچھے بغیر غلط سلط چھپوا کر بھیج دیا، دو اس سائز کے اور دو چھوٹے سائز کے پیڈ۔ ان سے قاضی عبدالودود پر کتاب لکھنے کے سلسلے میں قرب ہوا۔ میں نے کتاب مکمل کر کے مسودہ ۲ مئی کو ''انجمن ترقی اردو پاکستان''، کراچی اور صدر ''مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی'' بھوپال کو اشاعت کے لیے بھیج دیا۔ میرے ہاتھ کی تحریر میں متن کے ۹۴۴ صفحے ہیں۔ چھپ کر کتاب ۱۲۰۰ صفحوں سے کم نہ لے گی۔

ہندوستان کا سفر بشرطِ حیات ہے۔ اس عمر میں ایک دن کا بھروسا نہیں۔ جموں آنا پڑے تو ستمبر کے پہلے ہفتے میں آنا ہوگا۔

خیر اندیش

گیان چند

(۱۷)

۱۶/ جولائی ۲۰۰۱ء

سادہ کاغذ

23 Nevada
Irvine-CA-92606
(USA)

عزیزی ظہور الدین تسلیم

مجھے تمھاری ای میل چٹھی ملی تھی اور میں نے اس کا جواب بھیج دیا تھا۔ امید ہے تمھیں ملا ہوگا۔ میں غالباً ۲۴/ اگست کو دہلی پہنچوں گا۔ سوچا تھا دہلی دو تین دن رہ کر ریل سے جموں آ جاؤں اور وہاں سے شالیمار ایکسپریس ریل سے مظفر نگر یو پی آ جاؤں۔ معلوم ہوا کہ اس سال تمھارے یہاں امتحان دیر سے ہوئے ہیں اس لیے نیا تعلیمی سال دیر میں شروع ہوگا۔ تم نے ستمبر کا تیسرا ہفتہ لکھا تھا۔ میں دہلی سے روانہ ہو کر جگہ جگہ گردش کروں گا اور سفرِ ہندوستان کے آخر میں دہلی واپس آؤں گا۔ یعنی تقریباً ۱۰/ اکتوبر تا ۲۴/ اکتوبر کے بیچ وقت نکال سکوں گا۔ غالباً دہلی سے ہوائی جہاز سے اہلیہ کے ساتھ آؤں گا۔ اہلیہ کا کرایہ میرے ذمے۔ تمھیں اگر میرا کرایہ ہوائی جہاز کا دینا پڑے تو اس کے بہتر جواز کے لیے میں نے لکھ دیا ہے کہ میں دو لیکچر بھی دے سکتا ہوں۔ اگر ہوائی جہاز کا کرایہ دینا مشکل ہو تو میں ریل ہی سے آ سکتا ہوں۔

عام طور سے میں ایک لیکچر دینے کو ترجیح دیتا ہوں کیوں کہ علمی لیکچر غیر دل چسپ ہوتے ہیں۔ جموں کے طلبہ کا معیار بلند نہیں ہوتا، انھیں زیادہ Bore نہ کروں تو اچھا ہے۔ توسیعی لیکچر کا موضوع اور مواد علمی اور عالمانہ بھی ہونا چاہیے۔ ذیل کے موضوع ہو سکتے ہیں۔

(۱) تحقیق کے مسائل: اس کے دو لیکچر اس طرح بنائے جا سکتے ہیں۔ سندی تحقیق کے مسائل (یعنی ریسرچ اسکالرس کی تحقیق کے) ، غیر سندی تحقیق کے مسائل (یہ پختہ کار محققوں کی تحقیق ہے)۔ میں نے ۱۹۹۹ء میں انھی دونوں موضوعات پر حیدر آباد میں لیکچر دیے تھے۔ مرکزی یونیورسٹی میں غیر سندی تحقیق پر اور عثمانیہ میں غیر سندی تحقیق پر۔ دونوں جگہ زبانی تقریباً ایک گھنٹا دس بیس منٹ بولا۔ علی گڑھ یونیورسٹی میں بھی تحقیق کے مسائل پر سوا گھنٹے کا لیکچر بغیر کسی notes کے دیا۔ وہاں بڑے عالم سامعین تھے۔

دوسرے موضوع یہ ہو سکتے ہیں۔
تخلیق، تحقیق اور تنقید کا رشتہ یا تخلیق کار، محقق اور نقاد۔ یہ موضوع کم خشک ہوگا۔
ایک موضوع سائنسی معاشرہ اور ادب۔ یہ بھی دل چسپ موضوع ہو سکتا ہے۔ ایک موضوع ''اردو اور ہندی کا لسانیاتی رشتہ'' ممکن ہے ادھر میں نے قاضی عبدالودود پر ۱۲۰۰ صفحوں کی کتاب لکھی ہے۔ ان پر آسانی بول سکتا ہوں۔ موضوع ہوگا ''اردو کا سب سے بڑا محقق'' ایک نہایت شگفتہ اور ہلکا پھلکا موضوع ہو سکتا ہے۔ امریکہ معاشرہ (یعنی مشاہداتِ امریکہ) اس پر حیدرآباد میں سوا گھنٹا بولا تھا۔ ایسے موضوع کو شاید اردو کے توسیعی لیکچر کے لیے مناسب نہ سمجھا جائے۔ اگر دو لیکچر دینے ہوں تو ایک تحقیق کے مسائل اور دوسرا امریکہ معاشرہ ہو سکتا ہے یا پھر مندرجہ بالا میں سے اور کوئی موضوع۔ ہندوستان پہنچ کر تم سے فون پر طے کر لوں گا۔
ایک طرف سب سے ملنے کی خواہش ہے، دوسری طرف سفر کی پریشانیاں اور جسمانی گزند کا خدشہ۔ جہاں تک بن پڑے گا بھاگ دوڑ کروں گا۔ تم سے ملنا ہو جائے گا اس کی خوشی ہے۔
امید ہے تم بخیر ہو گے۔ لفافے پر کسی دوسرے کا پتا بدل کر تمھارا پتا لکھ رہا ہوں۔ دعا گو

گیان چند

(۱۸)

۸ر ستمبر ۲۰۰۱ء

ایروگرام
دہرہ دون

عزیزی ظہور الدین تسلیم

میں اور اہلیہ بھوپال سے دہلی ہوتے ہوئے ۲۶ ستمبر کو جموں پہنچیں گے۔ ۲۵ر ستمبر کو بھوپال سے دہلی کے لیے پرواز کریں گے۔ رات کو وہاں گزار کر ۲۶ر ستمبر کو دہلی سے جموں جائیں گے۔ اس پرواز کا نمبر ٹھیک نہیں پڑھا جاتا IC-821 معلوم ہوتا ہے۔ یہ دہلی سے صبح ۹:۴۰ پر چلے گی۔ ۲۶ر ستمبر کو ہوائی اڈے پر کسی کو بھیج دینا۔
واپسی میں جموں سے دہلی ہوتا ہوا ۳۰ر ستمبر اتوار کو حیدرآباد جاؤں گا۔ جموں سے دہلی کا پرواز نمبر IC-822 ہے اور یہ دوپہر کو دو بجے چلے گی۔ دہلی میں اس کے بعد فوراً حیدرآباد کی پرواز مل جائے گی۔ بہتر ہے کہ تم صرف ایک لیکچر رکھو ''تحقیق کے چند مسائل'' (Some problems of research) یہ قدرے علمی اور اصطلاحی موضوع ہوگا۔ ۲۷ر ستمبر کو رکھ لو۔ اگر دوسرا لیکچر بھی چاہو تو ''تخلیق، تحقیق، تنقید اور معاشرہ'' کے عنوان سے رکھ لو۔ یہ نسبتاً آسان، عام فہم اور Popular قسم کا لیکچر ہوگا۔ یہ ۲۸ر ستمبر کو رکھا جا سکتا ہے۔ چاہو تو لیکچروں کی ترتیب بدل دو یعنی دوسرے موضوع کو پہلے دن اور تحقیق کے مسائل کو دوسرے دن رکھ لو۔ اگر جواب دینا چاہو تو فون یا خط سے دے سکتے ہو۔

۱۔ میرا قیام لکھنؤ ۱۳ر ستمبر تا ۱۹ر ستمبر
پتا ٹونک ہاؤس، پراگ نراین روڈ، لکھنؤ، ۲۲۶۰۰۱ یعنی Tonk House prag Narayan Road,
Lucknow-226001، فون: (0522) 209086
میں لکھنؤ سے ۱۵ر ستمبر کو الٰہ آباد جاؤں گا۔ شمس الرحمٰن فاروقی کے یہاں ٹھہروں گا اور ۱۷ر ستمبر کو واپس لکھنؤ مندرجہ

بالا پتے پر آؤں گا۔ اہلیہ الہ آباد نہیں جائیں گی۔

۲۔ قیامِ بھوپال ۲۰رستمبر تا ۲۵رستمبر

پتا: C/o K.C, Gupta

38 Malviya Nagar,Bhopal-462003

Ph:(0755) 555 244

میں بھی کوشش کروں گا کہ الہٰ آباد سے تمھیں فون کر سکوں۔

امید ہے تم بخیر ہوں گے۔

خیر اندیش

گیان چند

(۱۹)

۱۰رستمبر ۲۰۰۱ء

پوسٹ کارڈ

دہرہ دون

عزیزی ظہور الدین تسلیم

میں اپنے سابق خط میں تمھیں یہ لکھنا بھول گیا کہ مجھے قاضی عبدالودود کے حسب ذیل مضمون کی نقل چاہیے ''فرضی شعراء اور فرضی شاعری''۔ ''شیرازہ'' کشمیر جنوری ۱۹۶۳ء۔

تلاش کر کے اس کا فوٹو عکس لے کر تیار رکھنا۔

جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں ۲۶رستمبر کی صبح دہلی سے ہوائی جہاز سے آؤں گا اور ۳۰رستمبر کو واپس دہلی کے لیے پرواز کروں گا۔ سفر انڈین ایئر لائن سے ہوں گے۔

خیر اندیش

گیان چند

(۲۰)

۸ردسمبر ۲۰۰۱ء

پوسٹ کارڈ

23 Nevada

Irvine-CA-92606-1764

(USA)

عزیزی ظہور الدین تسلیم

میں نے تمھیں ''شیرازہ'' جنوری ۱۹۶۳ء میں شایع شدہ قاضی عبدالودود کے مضمون ''فرضی شعراء اور فرضی شاعری'' کی نقل کے

لیے لکھا تھا۔اب مجھے وہ ڈاکٹر ضیاالدین انصاری اڈائریکٹر خدابخش لائبریری پٹنہ سے مل گیا ہے۔تم اس سلسلے میں زحمت نہ کرو۔
میرے پاس قومی اردو کونسل دہلی کا ماہ نامہ ''اردو دنیا'' آتا ہے۔اس میں میرے الہ آباد اور بھوپال میں استقبالی جلسوں کی رپورٹ پڑھی۔ممکن ہے'' ہماری زبان'' میں بھی آئی ہو لیکن یہ پرچہ مجھے نہیں ملتا۔جموں میں کئی اداروں میں میرا جو پُر جوش استقبال ہوا ہے ویسا کسی شہر میں نہیں ہوا۔یونیورسٹی میں تم نے جو کئی جلسے کرائے وہ تاریخی نوعیت کے ہیں۔میری رائے ہے کہ تم نے اور دوسرے شاگردوں نے جو غیر معمولی کاوشیں کیں، ان کا اعتراف ہونا چاہیے۔تم ان جلسوں کی مختصر رپورٹ'' ہماری زبان''،''اردو دنیا''اور''کتاب نما''کو بھیج سکتے ہو۔
جموّں کے تلامذہ کے جذبات میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔
یہ خط ڈاکٹر ضیاالدین کے لفافے میں بھیج رہا ہوں۔امید ہے تم بخیر ہو گے۔

خیر اندیش
گیان چند

(۲۱)

۲۴ر جولائی ۲۰۰۳ء

اِروِگرام
اروائن، امریکہ

عزیزی ظہور الدین تسلیم

۱۹۹۷ء سے آخر میں امریکہ آتے ہوئے میں نے اپنی نصف سے زیادہ کتابیں مرکزی حیدرآباد یونیورسٹی کو تحفتہً دے دی تھیں۔ بقیہ کتابوں میں کافی اضافہ ہو گیا ہے۔اب میری صحت مزید تصنیف کی اجازت نہیں دیتی اس لیے میں اپنی کتابوں کا بیش تر حصہ جموّں یونیورسٹی کو دینا چاہتا ہوں۔شرط صرف یہ ہے کہ مجھے کتابیں pack کرانے کا صرف نیز Surface mail کا محصول ڈاک یونیورسٹی اپنے ذمے لے۔اگر جموّں میں کسی پانی کے جہاز کے تاجر سے محصول معلوم ہو سکے تو خوب ہو۔کتابیں میرے شہر کے پاس کے بڑے بندرگاہ لاس انجلز (کیلی فورنیا) میں لادی جائیں گی۔اور پیسفک سمندر کی سطح پہنچیں گی۔
مجھے ایک نادر بیماری multiple system atrophy ہو گئی ہے۔سائنس اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔موت کے علاوہ اس کوئی تدبیر نہیں۔اس میں۔۔۔کا توازن ختم ہو جاتا ہے بغیر سہارے کے دن رات گرتا رہتا ہوں۔دماغ میں اندرونی چوٹ لگتی رہتی ہے۔لکھا ہوا پڑھا نہیں جاتا۔۔۔پندرہ دن کے لیے لکھا ہیں۔پڑھنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے وغیرہم
میرا فون نمبر:(001) 949-559-6012
ای میل:gianchandjain@hotmail.com

دعا گو
گیان چند

حواشی ابتدائیہ:

۱؎ مذکورہ معلومات مقتدرہ قومی زبان کے شائع کردہ کتابچے سے استفادہ ہیں جو ڈاکٹر انعام الحق جاوید اور خاور جمیل کا مرتب کردہ ہے۔

۲؎ تمام معلومات پروفیسر ڈاکٹر ظہور الدین صاحب سے ذاتی طور پر بذریعہ خط اور ٹیلی فون حاصل کی گئیں۔

متن:

خط نمبر ا

۱؎ (i) ''تحقیق کا فن از گیان چند'' قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی، طبع اوّل، ۱۹۸۸ء۔

(ii) ''تحقیق کا فن از گیان چند'' ہندوستان قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، بہ اشتراک اتر پردیش اکادمی لکھنؤ، طبع اوّل، ۱۹۹۰ء۔

(iii) ''تحقیق کا فن از ڈاکٹر گیان چند'' طبع اوّل، دوم، سوم بالترتیب، ۱۹۹۴ء۔۲۰۰۲ء۔۲۰۰۷ء، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد سے شائع ہوئی۔

۲؎ کالڑا صاحب، شعبہ اُردو جموّں یونیورسٹی میں لیکچرر کے طور پر مقرر ہوئے اور پروفیسر و صدر شعبہ اردو کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ انشاء دہلوی کے موضوع پر جموں یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کیا۔ پروفیسر گیان چند نگران تھے۔ انتقال کر چکے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ اصل نام شام لال کالڑا۔ تخلص عابد پشاوری، شاعر بھی تھے اور محقق بھی۔ ۱۹۳۷ء میں ڈیرہ اسماعیل خان میں پیدا ہوئے۔ دلّی یونیورسٹی سے ایم۔ اے کیا۔

۳؎ جعفر رضا، یو پی کے رہنے والے ہیں۔ کشمیر یونیورسٹی سری نگر کے شعبۂ اُردو سے کچھ مدت تک منسلک رہے۔ آج کل یو پی میں کہیں مقیم ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں الٰہ آباد میں پیدا ہوئے۔ اردو میں ڈی۔ لٹ تک تعلیم حاصل کی الٰہ آباد یونیورسٹی کے پریم چند چیئر پر رہے اور سبک دوش ہوئے۔ پریم چند ہی پر چند کتابیں تصنیف کی ہیں۔

۴؎ برلا فاؤنڈیشن کا ایوارڈ، پانچ لاکھ اور سند پر مشتمل ہوتا ہے۔

۵؎ اختر الزّماں، پروفیسر ظہور الدین صاحب ان سے ذاتی طور پر واقف نہیں ہیں لیکن آپ کے خیال میں شاید الٰہ آباد یا حیدر آباد کے قیام کے دوران جین صاحب کے اسکالر یا ساتھی رہے ہوں گے۔
(خط بہ نام راقمہ)

۶؎ فریدہ وقار، ایضاً

خط نمبر ۲

۱؎ جین صاحب پر کتاب ابھی نامکمل ہے پروفیسر ظہور الدین صاحب کے مطابق جین صاحب کی کتاب: ''ایک بھاشا: دو لکھاوٹ دو ادب'' پر ہونے والے ہنگامے کی وجہ سے رفتار سست ہوگئی لیکن مکمل ضرور کروں گا کوئی اسے چھاپے یا نہ چھاپے'' (خط بنام راقمہ)

۲؎ اردو کی ادبی تاریخیں، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، ۲۰۰۰ء، ۹۴۴ صفحات۔

۴۔ یہ کتابچہ اثر ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی سے ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا۔ صفحات ۱۷۶۔
یہ کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے جن کی ترتیب حسب ذیل ہے۔
پیش لفظ
باب اول: اشک کا تعارف اور ان کا ایک ڈراما: انجو باجی
باب دوم: ایک افسانوی انتخاب: ٹیرس پر بیٹھی شام
باب سوم: ایک عظیم ناول، گرتی دیواریں
باب چہارم: گرتی دیواریں کا دوسرا حصہ: شہر میں گھومتا آئینہ
باب پنجم: گرتی دیواریں کا تیسرا حصہ: ایک ننھی قندیل
باب ششم: اپندر ناتھ اشک، کچھ یادیں۔
باب ہفتم: خاتمہ

۵۔ ڈاکٹر گیان چند کی تصنیف ''قاضی عبدالودود بحیثیت محقق'' ۱۰۰ا صفحات کی تھی لیکن ۲۰۰۰ء میں ''قاضی عبدالودود بحیثیت مرتب متن'' کے عنوان سے صرف ۱۳۰ صفحات میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نیو دہلی سے شائع ہوئی۔ (بحوالہ ٹیلی فونک گفتگو: ڈاکٹر معین الدین عقیل، کراچی۔)

خط نمبر ۳

۱۔ ڈاکٹر منظر اعظمی شعبۂ اردو جموں یونیورسٹی میں بہ طور لیکچرر ملازم ہوئے تھے اور پروفیسر اور صدر شعبۂ اردو کی حیثیت سے سبک دوش ہوئے۔ جین صاحب کی زیرِ نگرانی ''اردو میں تمثیل نگاری'' کے موضوع پر پی ایچ ڈی کیا۔ پھر ڈی۔ لٹ کی ڈگری بھی تفویض کی گئی۔ انتقال کر چکے ہیں۔

خط نمبر ۴

۱۔ انجمن ترقی اُردو پاکستان کے زیر اہتمام بابائے اردو لیکچر کے لیے اکتوبر ۱۹۹۷ء میں پاکستان گئے۔ لیکچر کا موضوع تھا ''اردو کی ادبی تاریخوں کا تحقیقی مطالعہ۔ ۱۹۴۷ء تک''۔ مزید دیکھیں خط نمبر ۶ حوالہ نمبر ۴۔

خط نمبر ۵

۱۔ اہلِ انجمنِ پاکستان۔ انجمن ترقی اردو پاکستان سے وابستہ مشاہیرِ ادب اور عہدیداران۔ مزید دیکھیں خط نمبر ۶ حوالہ نمبر ۵۔

خط نمبر ۶

۱۔ ''وہ اپنی بیگم کے ہمراہ چند روز کے لیے لاہور آئے۔ ہماری ایک ملاقات تو ڈاکٹر گیان چند کے اعزاز میں دی گئی اُس وقت کی دعوتِ استقبالیہ میں ہوئی جس کا اہتمام مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی کے ناظم ڈاکٹر وحید قریشی کی طرف سے کیا گیا تھا۔ دوسری بار میں اور ڈاکٹر تحسین فراقی ان کی قیام گاہ (محمد طفیل مرحوم کی ''نقوش منزل'' واقع نیو مسلم ٹاؤن) پر جا کر ان سے ملے۔ جاوید طفیل ان کے میزبان تھے۔'' (مضمون ''ڈاکٹر گیان چند'' از ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی مشمولہ مجلہ ''غالب'' کراچی، شمارہ ۲۰، ۲۰۱۲ء ص نمبر ۱۲۶)۔

۲ افتخار عارف، برصغیر کے مشہور شاعر، ۲۱ مارچ ۱۹۴۳ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ یونیورسٹی سے پوسٹ گریجویٹ کیا۔ جرنلزم کا ایک کورس کولمبیا یونیورسٹی سے بھی کیا۔ تعلیم سے فارغ ہو کر ۱۹۶۵ء میں ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ یہاں آ کر پہلے ریڈیو پاکستان اور پھر پاکستان ٹیلی وژن سے منسلک ہو گئے اور ناقابلِ فراموش خدمات انجام دیں۔ ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۵ء تک وہ ڈائریکٹر جنرل، اکادمی ادبیات پاکستان اور مجلّہ اکادمی سہ ماہی ''ادبیات'' (اردو) اور ششماہی جریدے ''پاکستان لٹریچر'' (انگریزی) کے مدیرِ منتظم رہے۔ سنہ ۱۹۹۵ء۔۲۰۰۰ء تک انھوں نے مقتدرہ قومی زبان میں بحیثیت چیئرمین خدمات انجام دیں اور اس کے بعد وہ ایک بار پھر بحیثیت چیئرمین، اکادمی ادبیات سے وابستہ ہوئے اور پھر دوسری بار مقتدرہ قومی زبان کے صدر نشیں مقرر کیے گئے جہاں وہ اکتوبر ۲۰۱۰ء تک خدمات انجام دیتے رہے۔ افتخار عارف کو ان کی علمی و ادبی خدمات پر متعدد اعزازات سے نوازا گیا جن میں آدم جی ادبی ایوارڈ ۱۹۸۴ء میں، ۱۹۸۸ء میں عالمی اردو کانفرنس دہلی کی جانب سے فیض انٹرنیشنل ایوارڈ برائے شاعری، ۱۹۸۹ء میں صدارتی ایوارڈ برائے حسنِ کارکردگی اور ۱۹۹۴ء میں بابائے اردو ایوارڈ برائے شاعری، شامل ہیں۔ اُن کی تصانیف میں ''مہرِ دو نیم'' (۱۹۸۴ء)، ''بارھواں کھلاڑی'' (۱۹۸۹ء)، ''حرفِ باریاب'' (۱۹۹۴ء) اور ''جہانِ معلوم'' (۲۰۰۳ء) میں شائع ہو چکی ہیں۔ (''دبستانوں کا دبستان کراچی'' از احمد حسین صدیقی، جلد دوم)۔

۳ اُردو کی ادبی تاریخیں، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۲۰۰۰ء ۹۴۴ صفحات۔

۴ ڈاکٹر گیان چند کا مذکورہ مضمون سہ ماہی ''اردو'' کراچی، جلد: ۷۴، شمارہ ۱، ۲، جنوری تا جون ۱۹۹۸ء، ص ۳ تا ۱۰۴ میں شائع ہو چکا ہے۔

۵ ''منگل ۲۱ر اکتوبر ۱۹۹۷ء کی شام کو انجمن ترقی اردو پاکستان کی جانب سے ''بابائے اردو یادگاری خطبہ'' کا انعقاد کے ڈی اے سیمینار ہال سوک سینٹر، کراچی میں ہوا۔ ''سالانہ یادگاری خطبہ'' اردو کے مشہور محقق ڈاکٹر گیان چند نے پیش کیا، مقالے کا عنوان ''اردو کی ادبی تاریخوں کا تحقیقی مطالعہ ۱۹۴۷ء تک'' ہے۔ مقالے کی طوالت کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب نے اس کی تلخیص پڑھ کر سنائی۔ انجمن ترقی اردو پاکستان کی روایت کے مطابق جلسے کی صدارت اس کے صدر جناب آفتاب احمد خان نے فرمائی۔ نظامت کے فرائض نائب معتمد جناب امراؤ طارق نے انجام دیے۔ جلسے کے آغاز میں جناب مختار اجمیری نے تلاوتِ کلام پاک کی سعادت حاصل کی۔ جناب امراؤ طارق نے مہمانِ خصوصی ڈاکٹر گیان چند کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ انجمن ترقی اردو کی یہ روایت رہی ہے کہ ہر سال بابائے اردو یادگاری خطبے کے لیے برصغیر پاک و ہند کے مشاہیرِ ادب میں سے کسی ایک شخصیت کا انتخاب کر کے انھیں یادگاری خطبہ پڑھنے کی دعوت دیتی ہے ... انھوں نے کہا کہ آج کے مقالے کا عنوان ''اُردو کی ادبی تاریخوں کا تحقیقی مطالعہ ۱۹۴۷ء تک'' ہے۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کی تحدیدات اور وسعتوں کا تعین کرنا مشکل مرحلہ ہے، اس لیے کہ ادیب اپنے زمانے کی تحریکات و نظریات اور معاشرتی حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کے ادب میں ان عوامل کا ہونا ضروری ہے اس لیے آج کا خطبہ نہ صرف اہم ہے بلکہ اس کا مطالعہ دقّتِ نظر کا بھی متقاضی ہے۔ لیکن خوشی کی بات یہ ہے کہ آج ہمارے درمیان جو مقرر موجود ہیں یہ اہمیت کے اعتبار سے اپنی مثال

آپ ہیں۔ان کا شمار برصغیر پاک وہند کے اردو محققین میں انگلیوں پر گنے جانے والے ناموں میں سے ہوتا ہے۔ فراق گورکھپوری نے شاید ایسے ہی مثالی فرد کے لیے کہا ہے۔

آنے والی نسلیں تم پر فخر کریں گی ہم عصرو
جب یہ کہو گے تم ان سے ہم نے فراق کو دیکھا ہے

پھر جناب امراؤ طارق نے حاضرین جلسہ سے مخاطب ہو کر کہا میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آج کے مہمانِ گرامی ڈاکٹر گیان چند کا تالیوں کی گونج میں استقبال کریں۔

مہمان خصوصی ڈاکٹر گیان چند نے اپنا مقالہ سنانے سے پہلے کہا کہ ابتدائی تاریخیں ادیبوں کی سوانح کا مجموعہ تھیں جنھیں تاریخی ادوار میں تقسیم کر دیا گیا۔اس کے ساتھ اُن کی تخلیقات پر بھی توجہ کی۔بعد میں قدر پیمائی اور تنقید کا عنصر بڑھتا گیا۔ان موضوعات کے بعد ڈاکٹر گیان چند نے اپنے مقالے ''اردو کی ادبی تاریخوں کا تحقیقی مطالعہ ۱۹۴۷ء تک'' جستہ جستہ ملخص انداز میں پڑھا۔اس مقالے میں جو تاریخی کتابیں اوران کے مصنفین زیر بحث آئے ان میں ''آبِ حیات'' (مولانا محمد حسین آزاد) ''گل رعنا'' (حکیم عبدالحیٔ) ''شعرالہند'' (عبدالسلام ندوی) ''سیر المصنفین'' (محمد یحییٰ تنہا) ''تاریخ ادب اردو' انگریزی میں (رام بابو سکسینہ) ''تاریخ ادب اردو' انگریزی میں (گراہم بیلی) ''مختصر تاریخ ادب اردو'' (ڈاکٹر اعجاز حسین) ''تاریخ اردو'' (حامد حسن قادری) وغیرہ ہیں۔

ان سب کتب اوران کے مصنفین پر اپنے مقالے میں، ڈاکٹر گیان چند نے سیر حاصل بحث کی ہے، دورانِ تحقیق ومطالعہ جو تسامحات سرزد ہوئے یا واقعات بیان کرتے ہوئے جو، احمد کی ٹوپی محمود کے سر ڈال دی گئی، اور واقعاتی فروگزاشتیں ہوئیں۔ان سب کی صحت کے ساتھ نشان دہی کی ہے۔ساتھ ہی ڈاکٹر صاحب نے اپنی آرا کا بھی اظہار کیا ہے، یہ آرا ایک طرف مزید معلومات کا پہلو رکھتی ہیں، دوسری طرف اس کے ذریعے اختلافی نکات اس طرح ظاہر کر دیے گئے ہیں کہ مخاطب کے گراں بارِ خاطر بھی نہ ہوں۔

ڈاکٹر گیان چند پون گھنٹے تک ''بابائے اردو یادگاری خطبے'' کے اقتباسات سناتے رہے۔اس کے بعد انجمن کے صدر جناب آفتاب احمد خان نے فرمایا آج ہمارے مہمان، اردو تحقیقی دنیا کی منتخب شخصیت ڈاکٹر گیان چند ہیں، انھوں نے بابائے اردو کی تحقیق کے اعلیٰ معیار کو آگے بڑھایا ہے۔اردو ادب کی خدمات کے سلسلے میں کون سا ایوارڈ ہے جس سے انھیں نہ نوازا گیا ہو۔ان کے ابھی پڑھے گئے پُر مغز مقالے کا بھی ایک تاریخی مقام ہے۔اس میں ''آبِ حیات'' سے ۱۹۴۷ء تک ادبی تاریخ کا نہایت عالمانہ فاضلانہ اور معروضی جائزہ پیش کیا گیا۔میں فاضل مقرر کا بے حد مشکور ہوں کہ وہ انجمن ترقی اردو پاکستان کی دعوت پر یہاں تشریف لائے اور'' بابائے اردو یادگاری خطبہ'' پڑھا۔'' (ماہ نامہ ''قومی زبان'' کراچی، جلد:۶۹ شمارہ:۱۱، نومبر ۱۹۹۷ء، ص نمبر ۸۸)۔

آپ کا یہ مقالہ سہ ماہی ''اردو'' کراچی جلد:۴۷ شمارہ ۲۔۱ (جنوری تا جون) ۱۹۹۸ء، ص نمبر ۳ تا ۱۰۴ میں شائع ہو چکا ہے۔

۶ دوسرے دن ۲۲ راکتوبر ۱۹۹۷ء کو ڈاکٹر گیان چند، انجمن کی روایت کے مطابق گیارہ بجے دن کو انجمن کے دفتر واقع یونیورسٹی روڈ، تشریف لائے۔ان کو خوش آمدید کہنے کے لیے صدرِ انجمن آفتاب احمد خان اور دیگر اراکینِ انجمن

موجود تھے۔تقریب کی صدارت صدرِ انجمن نے کی۔اس نشست کی صورت غیر رسمی رہی، حاضرین وقفے وقفے سے سوال کرتے رہے۔ڈاکٹر گیان چند اپنی دھیمی آواز میں جواب دیتے رہے جو کچھ سنے اور کچھ اُن سنے رہ گئے۔سوال کرنے والوں میں محمد احمد سبزواری، ڈاکٹر حنیف فوق، جناب حسن عابدی، جناب شہاب قدوائی، جناب ابراہیم خلیل، جناب افتخار اجمل شاہین اور دوسرے احباب تھے۔سوالات کا محور بیشتر تاریخ ادب اردو تھا۔ اس کے علاوہ برصغیر پاک و ہند میں زبان کی بدلتی ہوئی قدروں اور صورتوں پر ہندی لغات کے اثرات سے متعلق سوالات بھی زیرِ بحث آئے۔تقریباً گھنٹے بھر یہ سلسلہ چلتا رہا۔'' (ماہ نامہ ''قومی زبان'' کراچی، جلد:۶۹ شمارہ:۱۱، نومبر ۱۹۹۷ء، ص نمبر ۸۸)۔

۷۔ ڈاکٹر جمیل جالبی ۱۲ر جون ۱۹۲۹ء کو علی گڑھ کے ایک تعلیم یافتہ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ہندوستان پاکستان کے مختلف شہروں میں تعلیم حاصل کی۔تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۷ء میں اپنے بھائی کے ساتھ کراچی آ کر مستقل سکونت اختیار کی۔نامساعد حالات کے باوجود اعلیٰ تعلیم کے حصول کا سلسلہ جاری رکھا۔ایم اے اور ایل ایل بی کے امتحانات پاس کرنے کے بعد سندھ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی اور ڈی لٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔بعدازاں سی ایس ایس کے امتحان میں کام یابی حاصل کر کے ترقی کرتے ہوئے انکم ٹیکس کمشنر کے عہدے تک پہنچے۔۱۹۸۳ء سے ۱۹۸۷ء تک کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے۔۱۹۸۷ء میں انھیں مقتدرہ قومی زبان کا چیئر مین مقرر کیا گیا۔انھوں نے جب ادبی دنیا میں قدم رکھا تو ان کے آئیڈیل اردو کے صفِ اوّل کے صحافی سید جالب دہلوی تھے اس لیے ''جالب'' کی رعایت سے انھوں نے اپنے نام کے ساتھ ''جالبی'' کا اضافہ کر لیا۔ان کی پہلی مطبوعہ کتاب ''جانورستان'' تھی جو جارج آرول کے ناول کا ترجمہ تھی۔ان کی اہم کتاب ''پاکستانی کلچر'' ہے جس کے آٹھ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔دیگر تنقیدی تصانیف و تالیفات میں ''تنقید اور تجربہ''، ''نئی تنقید''، ''ادب، کلچر اور مسائل''، ''محمد تقی میر''، ''معاصر ادب''، ''قومی زبان، یک جہتی، نفاذ اور مسائل'' اور ''قلندر بخش جرات: لکھنوی تہذیب کا نمائندہ شاعر'' شامل ہیں۔تحقیقی کتابوں میں ''مثنوی کدم راؤ پدم راؤ''، ''دیوانِ حسن شوقی''، ''دیوانِ نصرتی'' وغیرہ شامل ہیں۔ان کی اہم کتابوں میں قدیم اردو کی لغت، فرہنگ اصطلاحات جامعہ عثمانیہ، جلد اوّل و دوم، تاریخ ادب اردو جلد اوّل، تاریخ ادب اردو جلد دوم حصہ اوّل و دوم ہیں۔اس کے علاوہ ''پاکستانی کلچر کی تشکیل''۔انگریزی کتابوں کے تراجم میں (۱) ''جانورستان'' (۲) ''ایلیٹ کے مضامین'' (۳) ''ارسطو سے ایلیٹ تک'' شامل ہیں۔علاوہ ازیں بچوں کے لیے ''حیرت ناک کہانیاں''، ''خوجی'' وغیرہ ہیں۔جالبی صاحب کو ان کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں (۱) داؤد ادبی انعام ۱۹۶۴ء، ۱۹۷۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۷۵ء (۲) یونیورسٹی گولڈ میڈیل ۱۹۸۷ء (۳) محمد طفیل ادبی ایوارڈ ۱۹۸۹ء (۴) ستارۂ امتیاز حکومت پاکستان، ۱۹۹۰ء (۵) ہلالِ امتیاز، حکومت پاکستان ۱۹۹۴ء سے نوازا گیا۔(''دبستانوں کا دبستان کراچی''، جلد اوّل از احمد حسین صدیقی، ۲۰۰۳ء، ص نمبر ۱۱۹)۔

۸۔ جاوید طفیل، ادبی جریدے ''نقوش'' کے مدیر محمد طفیل مرحوم کے صاحب زادے ہیں، ۱۹۹۷ء میں جب ڈاکٹر گیان

چند نے اپنی اہلیہ کے ہم راہ پاکستان کا دورہ کیا تو لاہور میں ان کی قیام گاہ، محمد طفیل مرحوم کی ''نقوش منزل'' واقع نیو مسلم ٹاؤن تھی اور جاوید طفیل ان کے میز بان تھے۔ (مضمون ''ڈاکٹر گیان چند'' از ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی مشمولہ جریدہ ''غالب'' کراچی، شمارہ ۲۰، ۲۰۱۲ء، ص نمبر ۱۲۶۔)

۹۔ اصل نام خواجہ عبدالحیٔ اور مشفق خواجہ قلمی نام ہے۔ ۱۹ر دسمبر ۱۹۳۵ء کو لاہور میں پیدا ہوئے اور ۲۱ر فروری ۲۰۰۵ء کو کراچی میں انتقال فرما گئے۔ برصغیر کے درجۂ اول کے محقق، ادیب، نقادو مصبر، شاعر اور کالم نگار تھے۔ انھوں نے ۱۹۵۷ء میں بی اے آنرز اور ۱۹۵۸ء میں ایم اے (اردو) کے امتحانات کراچی یونیورسٹی سے پاس کیے۔ ۱۹۵۷ء سے ۱۹۷۳ء تک انجمن ترقی اردو سے وابستہ رہے۔ یہاں خواجہ صاحب نے بحیثیت مدیر سہ ماہی ''اردو''، مدیر ماہ نامہ ''قومی زبان''، مدیر ''قاموس الکتب'' اور نگران شعبہ تحقیق و مطبوعات خدمات دیں۔ خواجہ صاحب کا کتب خانہ کراچی کے نجی کتب خانوں میں صفِ اوّل کا درجہ رکھتا ہے جس میں کم و بیش پچاس ہزار کتب ہیں ان کی قلمی خدمات میں تذکرہ ''خوش معرکۂ زیبا'' مصنفہ سعادت خان ناصر کی ترتیب و تدوین جسے مجلس ترقی ادب لاہور نے دو جلدوں میں بالترتیب ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۲ء میں شائع کی۔ ''غالب اور صفیر بلگرامی'' کراچی سے ۱۹۸۱ء اور دہلی سے ۱۹۸۵ء میں شائع ہوئی۔ ''جائزہ مخطوطاتِ اردو'' جو ۱۲۴۸ صفحات پر مشتمل ہے، ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی۔ مختلف تحقیقی مقالات بھی ''تحقیق نامہ'' کے عنوان سے ۱۹۹۱ء میں شائع ہوئے۔ ان کا مجموعۂ کلام ''ابیات'' ۱۹۷۸ء میں طبع ہوا۔ ان کے کالموں کے تین مجموعے جن میں پہلا ''خانہ بگوش کے قلم سے'' (۱۹۹۵ء)، دوسرا ''سخن در سخن'' کے نام سے ۲۰۰۴ء اور تیسرا ''سخن ہائے ناگفتنی'' بھی منظر عام پر آچکے ہیں۔ کلیاتِ یگانہ، خطوطِ یگانہ اور مضامینِ یگانہ مرتب کیے۔ ان کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں ۱۹۹۸ء میں ان کو صدارتی ایوارڈ سے نوازا گیا۔
(بحوالہ ''دبستانوں کا دبستان کراچی''، جلد اوّل از احمد حسین صدیقی، ۲۰۰۳ء، ص نمبر ۴۵۴۔) (مزید مطالعے کے لیے ملاحظہ کیجیے ''آہ مشفق خواجہ مرحوم'' از عبدالمجید قریشی مشمولہ سہ ماہی ''الزبیر'' جلد ۴۶ شمارہ ۱، ۲۰۰۵ء، ص ۳۰ تا ۳۵)۔

۱۰۔ انتظار حسین دسمبر ۱۹۲۵ء کو ڈبائی ضلع بلند شہر، یوپی میں پیدا ہوئے۔ میرٹھ کالج سے ۱۹۴۶ء میں ایم اے اردو کیا۔ ان کا پہلا افسانہ ''قیوما کی دکان'' تھا، جو دسمبر ۱۹۴۸ء کے ''ادب لطیف'' میں شائع ہوا۔ افسانوی مجموعے ''گلی کوچے'' ۱۹۵۲ء، ''کنکری'' ۱۹۵۵ء، ''آخری آدمی'' ۱۹۶۷ء، ''شہر افسوس'' ۱۹۷۷ء طبع دوم، ''کچھوے'' ۱۹۸۱ء اور ''خیمے سے دور'' ۱۹۸۶ء میں طبع ہو چکے ہیں۔ ناول ''چاند گہن''، ''بستی''، ''تذکرہ'' اور ''آگے سمندر ہے'' شائع ہو چکے ہیں۔ ابتدا ہی سے صحافی بننے کا شوق تھا۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان آجانے کے بعد صحافت ہی سے منسلک رہے۔ ''امروز''، ''آفاق''، ''مشرق''، ''نظام'' اور ''نوائے وقت'' میں کام کیا ''ادبِ لطیف'' کے مدیر بھی کچھ دنوں تک رہے۔ ''خیال'' نام کا ایک ادبی رسالہ نکالا جو جلد بند ہو گیا۔ ''نئی پود'' اور ''سرخ تمغہ'' کے نام سے دو امریکی ناولوں کا ترجمہ کیا۔ امریکی تعلیمی مفکّر ''جان ڈیوی'' کی ایک کتاب کو ''فلسفہ کی نئی تشکیل'' کے نام سے اردو میں منتقل کیا۔ ناصر کاظمی کے ساتھ مل کر سن ستاون پر ایک کتاب ترتیب دی۔ (بحوالہ ''اردو افسانہ اور افسانہ نگار'' از ڈاکٹر فرمان فتح پوری، طبع اوّل، ۱۹۸۲ء، ص نمبر ۳۰۰۔)

۱۱ ہاجرہ مسرور، ۱۷؍جنوری کولکھنؤ میں پیدا ہوئیں۔ بارہ تیرہ سال کی عمر میں ایسی کہانیاں لکھیں کہ ماہ نامہ ''ساقی'' اور ''ادبِ لطیف'' کے مدیران بالترتیب شاہد احمد دہلوی اور احمد ندیم قاسمی جیسے ادباء کی خصوصی توجہ حاصل ہوگئی۔ آزادی کے بعد اکتوبر ۱۹۴۷ء میں اپنے آبائی شہر لکھنؤ سے پہلے بمبئی، پھر کراچی اور کراچی سے لاہور ہجرت کی۔ اُس وقت تک ہاجرہ کے دو افسانوی مجموعے ''چرکے'' اور ''ہائے اللہ'' شائع ہو چکے تھے۔ انھوں نے افسانوں کے علاوہ ریڈیو اور ٹیلی وژن کے لیے ڈرامے بھی لکھے اور ایک فلم ''آخری اسٹیشن'' کی کہانی بھی قلم بند کی۔ قیام پاکستان کے بعد احمد ندیم قاسمی اور ہاجرہ مسرور کی مشترکہ ادارت میں محمد طفیل کے ''نقوش'' کا پہلا شمارہ شائع ہوا لیکن ادبی فضا سازگار نہ ہونے کے باعث دو تین شماروں کے بعد ہی یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ ''اندھیرے اجالے''، ''کھیل''، ''تیسری منزل'' اور ''چاند بی بی کا گھوڑا'' کے عنوانات سے مزید افسانوی مجموعے شائع ہوئے۔ ۱۹۹۱ء میں ان کے افسانوں کی کلیات ''میرے سب افسانے'' شائع ہوئی۔ ہاجرہ مسرور کو ان کی ادبی خدمات پر ۱۹۹۵ء میں حکومتِ پاکستان نے ''تمغۂ حسن کارکردگی'' دیا اور ۲۰۰۵ء میں دوحا (قطر) میں عالمی فروغ اردو ادب نامی تنظیم نے گراں قدر ایوارڈ پیش کیا۔ ۱۴؍ستمبر ۲۰۱۲ء اس معروف افسانہ نگار کا انتقال ہوگیا۔ (مضمون ''وہ جہاں سے کیا گئیں ایک عہد رخصت ہوگیا'' از پروفیسر سحر انصاری مشمولہ ماہ نامہ ''قومی زبان'' کراچی، جلد ۸۴، شمارہ ۱۰، اکتوبر ۲۰۱۲ء۔

۱۲ مشتاق احمد یوسفی ملک کے نام ور اور منفرد مزاح نگار ہیں جو ٹونک (راجھستان) میں ۴؍اگست ۱۹۲۳ء کو پیدا ہوئے۔ جے پوران کا آبائی وطن ہے۔ ابتدائی تعلیم ٹونک میں حاصل کی، آگرہ یونیورسٹی سے بی اے کرنے کے بعد علی گڑھ یونیورسٹی چلے گئے جہاں انھوں نے ایم اے فلسفہ اور قانون میں اول پوزیشن حاصل کی۔ بعد ازاں آئی سی ایس کیا اور ڈپٹی کمشنر ہوئے۔ ۲۱؍ستمبر ۱۹۴۹ء کو کھوکھرا پار کے راستے پاکستان آگئے پاکستان آنے کے بعد نئے سرے سے بنک ملازمت شروع کی تو دیکھتے ہی دیکھتے بنک کے آخری عہدے تک جا پہنچے۔ ۱۹۹۰ء میں ریٹائرڈ ہوگئے۔ مزاح نگاری میں قدم رکھا تو اس شعبے کے امام اور بے تاج بادشاہ بن بیٹھے۔ ان کی تصانیف میں (۱) چراغ تلے (۱۹۶۱ء)، (۲) خاکم بدہن (۱۹۶۹ء)، (۳) زرگزشت (۱۹۷۶ء)، (۴) آبِ گم (فروری ۱۹۹۰ء) (''دبستانوں کا دبستان کراچی'' جلد اوّل از احمد حسین صدیقی، ۲۰۰۳ء، ص نمبر ۴۵۲۔) (''اردو نثر میں طنز و مزاح'' از ڈاکٹر اشفاق احمد ورک، ۲۰۰۴ء، ص نمبر ۱۷۰ تا ۱۸۹)۔

۱۳ عہدِ حاضر کی معتبر شاعرہ، اصل نام عزیز جہاں، تخلص اداؔ اور قلمی نام اداؔ جعفری ہے۔ ۲۲؍اگست ۱۹۲۴ء کو بدایوں میں پیدا ہوئیں۔ ان کی پہلی غزل ۱۹۴۵ء میں اختر شیرانی کے رسالے ''رومان'' میں شائع ہوئی تھی۔ پہلا مجموعہ ''میں ساز ڈھونڈتی رہی'' ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا۔ دوسرا مجموعہ ''شہرِ درد'' جس پر ان کو ادبی انعام سے نوازا گیا۔ ۱۹۶۷ء میں تیسرا مجموعہ ''غزالاں تم تو واقف ہو'' طبع ہوا۔ اس کے بعد ''سازِ سخن بہانہ ہے'' شائع ہوا۔ اب ان کا بھی کلیات ''موسم موسم'' کے نام سے ۲۰۰۲ء میں منظرِ عام پر آچکا ہے۔ (بحوالہ ''دبستانوں کا دبستان کراچی'' جلد اوّل از احمد حسین صدیقی، ۲۰۰۳ء، ص نمبر ۴۸)۔

۱۴ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کو ابتدائی اہمیت ''رجب علی بیگ سرور اور فسانہ عجائب'' سے ملی تھی۔ لیکن بعد میں اقبال کی

غیر مدوّن تحریروں اور خطوط کی دریافت سے ان کی شہرت مستحکم ہوگئی۔ ان کی کتاب ''تصانیفِ اقبال کا تحقیقی وتوضیحی مطالعہ'' کو ایک مستند قاموس کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کام کو انھوں نے تصانیفِ اقبال کے سالانہ جائزوں کی صورت میں مزید توسیع بھی عطا کر رکھی ہے۔ (''اردو ادب کی مختصر تاریخ'' ڈاکٹر انور سدید، طبع اوّل، ۱۹۹۶ء، ص نمبر ۶۱۵۔)

۱۵ ڈاکٹر تحسین فراقی کا اصل نام منظور اختر ہے۔ ۱۷ر ستمبر ۱۹۵۰ء کو پتوکی، ضلع قصور میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم بصیر پور ضلع ساہی وال سے حاصل کی۔ بی اے ۱۹۷۰ء، بی ایڈ ۱۹۷۱ء، ایم اے (اردو) ۱۹۷۵ء (پنجاب یونیورسٹی)، ایم ایڈ ۱۹۷۷ء، پی ایچ ڈی ۱۹۸۵ء (شعبۂ اردو پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور) سے ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کی نگرانی میں کیا بعنوان ''عبدالماجد دریابادی، احوال و آثار''۔ ۱۹۷۶ء سے گورنمنٹ ایم اے او کالج، لاہور سے علمی زندگی کا آغاز کیا اور یہیں ترقی کے مراحل طے کرتے ہوئے ۲۰ر فروری ۲۰۰۸ء کو پروفیسر کے عہدے تک جا پہنچے۔ اسی دوران جولائی ۲۰۰۱ء تا مارچ ۲۰۰۳ء اور جولائی ۲۰۰۳ء تا فروری ۲۰۰۵ء تک صدر شعبۂ اردو، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور کی ذمے داری بھی نبھائی۔ فروری ۲۰۰۵ء تا فروری ۲۰۰۸ء تک دانش گاہِ تہران، ایران میں مہمان پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ واپس آ کر ۲۵ر مارچ ۲۰۰۸ء کو تیسری بار صدر شعبۂ اردو پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور کے عہدے پر فائز ہوگئے۔ ۱۹۷۳ء کے آس پاس نثر نگاری کا آغاز کیا۔ سفرنامہ ''عجائباتِ فرنگ'' از یوسف خان کمبل پوش کے تحقیقی مقدمے سے ابتدائی شہرت ملی جو ۱۹۸۳ء میں پہلی بار شائع ہوا۔ پھر سَنَدی مقالہ ''عبدالماجد دریابادی، احوال و آثار'' سے ان کی شہرت مستحکم ہوگئی جو بالترتیب دو مرتبہ ۱۹۹۳ء اور ۲۰۰۶ء، (بانظرِ ثانی) شائع ہو چکا ہے۔ متعدد تنقیدی و تحقیقی مقالات کے درج ذیل مجموعے طبع ہو چکے ہیں۔ ''جستجو'' اوّل و دوم و سوم (متعدد اضافوں کے ساتھ) بالترتیب ۱۹۸۱ء، ۱۹۸۷ء اور ۱۹۹۷ء، ''جہاتِ اقبال'' ۱۹۹۳ء، ''اقبال و چند نئے مباحث'' ۱۹۹۷ء اور ۲۰۰۳ء، ''معاصر اُردو ادب (نثری مطالعات)'' ۲۰۰۰ء، ''غالب فکر و فرہنگ'' ۲۰۰۳ء، ''افادات (شعری مطالعات)'' ۲۰۰۴ء۔ علاوہ ازیں ان کا مجموعۂ کلام ''نقشِ اوّل'' (۱۹۹۲ء) اور منتخب مضامین کے اردو تراجم کا مجموعہ ''فکریات'' (۲۰۰۴ء) کے عنوانات سے طبع ہو چکے ہیں۔ قومی صدارتی اقبال ایوارڈ ۱۹۹۷ء تا ۱۹۹۹ء اور متعدد ادبی اعزازات حاصل کر چکے ہیں۔ (''ڈاکٹر تحسین فراقی (کتابیات)'' مرتبہ: رفاقت علی شاہد، طبع اوّل، ۲۰۰۸ء۔)

۱۶ ڈاکٹر وحید قریشی پائے کے محقق، نقاد، شاعر، ادیب، مترجم، استاد اور منتظم تھے۔ ۱۴ر فروری ۱۹۲۵ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے لیکن تعلیم لاہور میں مکمل ہوئی فارسی میں آنرز اور تاریخ میں ایم اے کیا۔ کلاسیکی فارسی نثر پر ''فارسی میں انشائی ادب کا تنقیدی مطالعہ'' کے موضوع پر ۱۹۵۲ء میں ڈاکٹر سیّد عبداللہ کی زیر نگرانی پی ایچ ڈی کیا۔ میر حسن اور ان کی شاعری پر ڈی لٹ انھیں ۱۹۶۴ء میں دی گئی۔ پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج میں وہ ۱۹۶۳ء میں لیکچرر اور ۱۹۸۰ء میں اس کے پرنسپل ہوگئے۔ کلیۂ علوم اسلامی کے ڈین بھی رہے۔ ۱۹۸۳ء میں مقتدرہ قومی زبان کے صدر نشین مقرر ہوئے۔ علاوہ ازیں انھوں نے مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، بزمِ اقبال اور اقبال اکیڈمی میں بھی

خدمات انجام دیں۔کئی ادبی جرائد کے مدیر رہے جن میں ''صحیفہ''، ''اقبال ریویو''، ''اقبال'' اور ''اخبارِ اردو'' بطورِ خاص قابل ذکر ہیں۔ ۱۷ /اکتوبر ۲۰۰۹ء میں انتقال فرما گئے۔ڈاکٹر صاحب نے کم وبیش پچاس سے زائد کتب یادگار چھوڑی ہیں جو ان کی تحقیق، تنقید، تدوین اور تخلیق کے اعلیٰ معیار کی عکاسی کرتی ہیں۔دو شعری مجموعوں ''نقدِ جاں'' اور ''الوداع'' کے بھی خالق ہیں۔(مضمون ''ادب کا روشن مینار، پروفیسر ڈاکٹر وحید الدین قریشی'' از ڈاکٹر روشن آرا راؤ، مشمولہ سہ ماہی ''الزبیر'' اردو اکیڈمی بہاول پور، جلد: ۴۴، شمارہ ۴، ۲۰۰۳ء، ص ۶۲ تا ۶۶۔مضمون :''ڈاکٹر وحید قریشی: ایک تاثر'' از ڈاکٹر رؤف پاریکھ، مشمولہ ماہ نامہ ''قومی زبان''، کراچی، دسمبر ۲۰۱۰ء، جلد: ۸۲، شمارہ ۱۲، صفحہ نمبر ۵۷ تا ۵۹۔)

۱۷۔ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن ۵/نومبر ۱۹۴۲ء کو بٹھنڈہ ریاست پٹیالہ مشرقی پنجاب (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔انٹرمیڈیٹ تک تعلیم بہاول نگر سے حاصل کی۔ ۱۹۶۱ء میں اردو کالج، کراچی سے بی اے کیا۔ ۱۹۶۴ء میں ایم اے (اردو) کراچی یونیورسٹی سے کیا۔ایم اے کے فوراً بعد انھیں بحیثیت لیکچرر اپنے کالج بہاول پور کالج، بہاول نگر کا تقرر نامہ مل گیا۔ایک سال بعد بہاول نگر سے لاہور منتقل ہو گئے۔جہاں اورینٹل کالج ایف سی کالج لاہور سے فیصل آباد آ گئے۔جہاں چھے سال تک پروفیسر صدر شعبۂ اُردو، وائس پرنسپل گورنمنٹ کالج فیصل آباد رہے۔پھر گورنمنٹ کالج لاہور میں بحیثیت پروفیسر تقرری پا کر لاہور آ گئے اور ۴/نومبر ۲۰۰۲ء کو ڈین آف آرٹس کے منصب سے ریٹائر ہوئے۔ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے ۱۹۷۲ء میں ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب کی زیرِ نگرانی ''غالب'' پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔اپنی علمی زندگی میں ۷۰ سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں جو زیادہ تر غالبیات کے موضوع پر ہیں۔ان کا اہم کام غالب کی تصانیف کا ایک جامع اشاریہ ہے جو اب ''غالب نما'' کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔غالب پر تحقیقی نوعیت کے مضامین کا ایک مجموعہ ''تحقیقِ غالب'' بھی چھپ چکا ہے۔علاوہ ازیں انھوں نے رشید احمد صدیقی اور مولوی عبدالحق کو ان کی تحریروں سے دریافت کیا اور آپ بیتی مدوّن کی۔ ۱۵/اگست ۲۰۰۵ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ان کی علمی و ادبی خدمات پر انھیں متعدد ملکی اور غیر ملکی اعزازات سے نوازا گیا۔(''اردو ادب کی مختصر تاریخ'' از ڈاکٹر انور سدید، طبع اوّل، ۱۹۹۶ء، ص ۶۱۵)۔(''ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کے خطوط، احبابِ پشاور کے نام'' از آنسہ شگفتہ، غیر مطبوعہ مقالہ شعبۂ اُردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو، ۲۰۰۷ء)۔

۱۸۔ ڈاکٹر سلیم اختر ۱۱/مارچ ۱۹۳۴ء کو قلعہ گوجر سنگھ، لاہور میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم لاہور اور بھارت کے مختلف شہروں سے حاصل کی۔میٹرک، ایف اے اور بی اے راول پنڈی سے کیا۔لائبریری سائنس میں ڈپلوما، ۱۹۵۸ء میں پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے کیا۔ایم۔اے (اردو) اور پی ایچ۔ڈی (اردو) بالترتیب ۱۹۶۱ء اور ۱۹۷۸ء میں پنجاب یونیورسٹی سے کیے پی ایچ ڈی کا موضوع ''اردو میں تنقید کا نفسیاتی دبستان'' تھا، جس کے نگران ڈاکٹر وحید قریشی تھے۔مطبوعہ صورت میں مقالے کا نام ''نفسیاتی تنقید'' ہے۔گورنمنٹ ایمرسن کالج، ملتان میں ۵/جنوری ۱۹۶۲ء میں بحیثیت لیکچرر (اردو) پہلی سرکاری تقرری ہوئی اور ۱۰/مارچ ۱۹۹۴ء کو بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج، لاہور سے ریٹائر ہوئے۔تقریباً ساٹھ سے زائد کتابیں تصنیف و تالیف کر چکے ہیں جن میں سے

چند کے نام یہ ہیں۔ ''دلّی والے میرامّن کی باغ و بہار کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ''، ''اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ''، ''تنقیدی دبستان''، ''ادب اور لاشعور''، ''نفسیاتی تنقید''، ''اقبال شناسی اور فنون''، ''اقبال اور ہمارے فکری رویے''، ''کڑوے بادام''، ''کاٹھ کی عورتیں''، ''مٹھی بھر سانپ''، ''انارکلی کا تجزیاتی مطالعہ''، ''امراؤ جان ادا کا مطالعہ'' وغیرہم۔ (''ڈاکٹر سلیم اختر (اشاریہ)'' مرتبہ: محمد سعید، طبع اوّل، ۲۰۰۲ء)۔

۱۹ ڈاکٹر عبادت بریلوی ۱۴؍ اگست ۱۹۲۰ء کو بریلی میں پیدا ہوئے لیکن تقریباً ساڑھے چار سال کی عمر میں اہل خانہ کے ہم راہ لکھنؤ چلے گئے۔ ابتدائی تعلیم سے پی ایچ ڈی تک تمام تعلیم لکھنؤ ہی میں مکمل کی۔ تقسیم ہند سے قبل اینگلو عربک کالج دہلی (دہلی کالج) میں ابتداً لیکچرر اردو اور بعد میں صدر شعبۂ اردو کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۰ء میں اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی میں بطور سینئر لیکچرر اپنے عہدے پر فائز ہوئے۔ یہاں ۳۰ سال ملازمت کرنے کے بعد ۱۹۸۰ء میں بطور پرنسپل، صدر شعبہ اردو اور ڈین فیکلٹی آف آرٹس، ریٹائر ہو گئے۔ اس دوران ۱۹۶۲ء میں عارضی طور پر بطور لیکچرر، یونیورسٹی آف لندن بھی گئے اور پانچ سال وہاں گزارے۔ جس کی یادگار ان کا سفرنامہ ''ارضِ پاک سے دیارِ فرنگ تک'' ہے۔ ۱۹؍ دسمبر ۱۹۹۸ء کو حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال کر گئے۔ ان کی اہم تصانیف میں ''اردو تنقید کا ارتقا'' جو ڈاکٹر صاحب کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے اور ۱۹۴۹ء سے ۲۰۰۱ء تک پانچ مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ ''تنقیدی زاویے''، خطبات عبدالحق (مرتبہ)''، ''کلیاتِ مومن''، ''مقدمات عبدالحق''، ''تذکرۂ حیدری: گلشن ہند: (مرتبہ)''، ''غالب اور مطالعۂ غالب''، ''انتخابِ خطوط غالب: (مرتبہ)''، ''آوارگانِ عشق''، ''رہ نوردانِ شوق''، ''نکات الشعرا (مرتبہ)''، ''تنقید اور اصول تنقید''، ''جلوہ ہاے صدرنگ''، ''افسانہ اور افسانے کی تنقید''، ''جہانِ میر''، ''یادِ عہد رفتہ''، ''یاران دیرینہ''، ''شاعری کیا ہے؟''، ''بلا کشانِ محبت''، ''فیض احمد فیض۔ جدید اردو شاعری (مرتبہ)''، ''آہوانِ صحرا''، ''غزالانِ رعنا''، ''شجر ہاے سایہ دار''، ''لندن کی ڈائری (جلد اوّل و دوم) وغیرہم۔ (''ڈاکٹر عبادت بریلوی کی ادبی خدمات کا تنقیدی جائزہ'' از ڈاکٹر روبینہ شائستہ، طبع اوّل، الحمد پبلی کیشنز لاہور، جنوری ۲۰۰۷ء۔)

۲۰ پرکاش مونس جین صاحب کے حقیقی بھائی، جنھوں نے ہندی زبان میں پی ایچ ڈی کیا ہے۔

خط نمبر ۷

۱ ڈاکٹر انوار الدین، حیدرآباد سینٹرل یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کی صدارت کے دوران جین صاحب کے شاگرد اور ساتھی رہے۔ اس وقت سنٹرل یونیورسٹی حیدرآباد ہی میں پروفیسر ہیں۔

خط نمبر ۹

۱ خلیق انجم، انجمن ترقی اُردو ہند (نئی دہلی) کے جنرل سکریٹری ہیں۔

۲ ایم۔ حبیب انجمن ترقی اُردو ہند نئی دہلی سے وابستہ تھے، انتقال کر چکے ہیں۔

۳ جگن ناتھ آزاد۔ نام ور ماہرِ اقبالیات اور شاعر، صدر شعبۂ اردو جموں یونیورسٹی سے سبک دوش ہوئے۔ (مکتوب بنام راقمہ پروفیسر ظہور الدین احمد)

خط نمبر ۱۰

۱۔ حنیف نقوی، اردو کے نام ور محقق اور سابق صدر شعبۂ اردو، بنارس ہندو یونیورسٹی سے سبک دوش ہو گئے ہیں۔

۲۔ نیّر جہاں، غالباً شعبۂ اردو بنارس ہندو یونیورسٹی سے وابستہ ہیں۔ جین صاحب سے قریبی تعلقات تھے۔

خط نمبر ۱۱

۱۔ سیدہ جعفر، ۱۹۳۴ء میں حیدر آباد میں پیدا ہوئیں۔ ایم۔ اے اردو اور پی ایچ ڈی کی اسناد حاصل کیں، عثمانیہ یونیورسٹی میں پروفیسر اور صدرِ شعبۂ اردو ہیں۔ اب سبک دوش ہو چکی ہیں۔ جین صاحب کے ساتھ مل کر ''اردو ادب کی تاریخ (ابتدا سے ۱۷۰۰ء تک) تالیف کی۔

۲۔ پانچ جلدوں میں یہ تاریخ قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان نئی دہلی نے شایع کی ہے۔ پروفیسر سیّدہ جعفر اور پروفیسر گیان چند جین اس کے مؤلفین ہیں۔

جلدوں کی تفصیل یوں ہے:

نمبر شمار	جلد نمبر	سال اشاعت	ابواب	صفحات
۱	جلد اوّل	جولائی ستمبر ۱۹۹۸ء	۳، ابتدا سے ۱۶۰۰ء تک (پہلا باب اور تیسرا باب)	۴۶۲
۲	جلد دوم	جولائی ستمبر ۱۹۹۸ء	۴، ۱۶۰۰ء سے شیخ حسین شوقی تک (چوتھا باب، ساتواں باب)	۵۲۷
۳	جلد سوم	جولائی ستمبر ۱۹۹۸ء	۲، بقیہ ساتواں باب، آٹھواں باب	۴۶۷
۴	جلد چہارم	جولائی ستمبر ۱۹۹۸ء	۲، بقیہ آٹھواں باب۔ دسواں باب	۴۳۱
۵	جلد پنجم	جولائی ستمبر ۱۹۹۸ء	۲، گیارھواں باب، بارھواں باب	۴۴۳
	ضمیمہ جلد پنجم		۲، گیارھواں باب، بارھواں باب	۴۴۴۔۴۸۵

خط نمبر ۱۲

۱۔ شمس الرحمٰن فاروقی، ضلع اعظم گڑھ یو پی کے رہنے والے ہیں۔ ۱۹۳۵ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم اعظم گڑھ اور گورکھپور میں ہوئی۔ ۱۹۵۵ء میں الہٰ آباد یونیورسٹی سے انگریزی میں ایم۔ اے اور آئی۔ اے۔ ایس کیا۔ پوسٹل سروس میں رہے اور ۱۹۹۴ء میں سبک دوش ہوئے۔ شاعر اور نقاد ہیں۔ جدیدیت کی تحریک کے امام تصور کیے جاتے ہیں برلا فاؤنڈیشن سے سرسوتی سمان پا چکے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

۲۔ حکم چند نیّر، شعبۂ اردو اور بنارس ہندو یونیورسٹی کے پروفیسر اور صدر رہے، ماہر لسانیات، کئی کتابوں کے مصنف ہیں، انتقال کر چکے ہیں۔

۳۔ ڈائریکٹر حمید اللہ بھٹ کا کشمیر یونیورسٹی سے تعلق تھا۔ آج کل حکومتِ ہند کے ادارے، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان کے ڈائریکٹر ہیں۔

۴۔ ضامن صاحب، پروفیسر ظہور الدین ذاتی طور پر واقف نہیں ہیں لیکن جین صاحب کے مذکورہ خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب وہ ۱۹۴۶ء کے عرصے میں الہٰ آباد یونیورسٹی میں ریسرچ اسکالر تھے تو ضامن صاحب متذکرہ یونیورسٹی

میں صدر شعبۂ اُردو تھے۔

۵ ڈاکٹر سید اعجاز حسین نے اپنی سوانح عمری ''میری دنیا'' میں اپنا سن ولادت اگست ۱۸۹۸ء یا ۱۸۹۹ء لکھتے ہیں۔ (الہ آباد، ۱۹۶۵ء، ص ۱۱) جب کہ ان کے مقالہ نگار ڈاکٹر علی حیدر کا خیال ہے کہ وہ ۱۸۹۸ء یا اس سے پہلے پیدا ہوئے (''ڈاکٹر اعجاز حسین، حیات اور کارنامے'' الہ آباد، ۸۴۔۱۹۸۳ء، ص ۵۱۔) ڈاکٹر اعجاز حسین جب ۱۹۳۴ء میں الہ آباد یونیورسٹی میں لیکچرر تھے، نے ''مختصر تاریخ ادب اردو'' شائع کی۔ اس سے قبل تنہا کی ''سیر المصنفین'' اور رام بابو سکسینہ کی ''تاریخ ادب اردو'' جو ضخیم بھی تھیں اور اس دور کا کما حقہ احاطہ نہیں کرتی تھیں۔ اس لیے ڈاکٹر اعجاز حسین نے طلبا کی ضروریات کے تحت ایک مختصر جلد میں پوری تاریخ نظم ونثر کا احاطہ کیا۔ ان کی کتاب بہت مقبول ہوئی۔ اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔ ۱۹۶۴ء میں انھوں نے ترمیم شدہ ایڈیشن شائع کیا۔ جس میں اس وقت تک کے مزید نام ور ادیبوں کا احاطہ بھی کر لیا گیا۔ اس کے بعد انھوں نے اس تاریخ میں کوئی ترمیم نہیں کی۔ ۲۱ر فروری ۱۹۷۵ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔ (علی حیدر، ص ۷۷)۔ (''اردو کی ادبی تاریخیں'' از ڈاکٹر گیان چند، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۰ء، ص ۶۶۱۔)

خط نمبر ۱۳

۱ امین بنجارا، جموں کے نوجوان اردو افسانہ نگار ہیں۔ حکومت کے محکمہ سماجی بہبود سے تعلق ہے۔

۲ ''تسلسل''، شعبۂ اردو جموں یونیورسٹی کا ششماہی تحقیقی وتنقیدی مجلہ ہے جولائی۔ دسمبر ۱۹۹۸ء کو پہلا شمارہ نکلا۔ صدر شعبۂ اردو اس کا مدیر اعلیٰ ہوتا ہے۔

۳ عابد، پروفیسر شام لال کالڑا عابد پشاوری پورا نام ہے۔ خط نمبر (۱) کے حواشی میں تفصیلاً ذکر ہو چکا ہے۔

خط نمبر ۱۴

۱ مرزا عبدالحق، پورا نام مرزا عبدالحق نعیمی ہے۔ جموں یونیورسٹی پروفیسر صدر شعبۂ اردو، ڈاکٹر ظہور الدین کی نگرانی میں پی ایچ ڈی کیا ہے۔

۲ عشرت کاشمیری، ریاست کے نام ور اردو شاعر اور تاریخ نویس۔ سرزمینِ کشتواڑ سے تعلق تھا۔ ریاستی اسمبلی کے رکن بھی رہے۔ کانگریس سے تعلق تھا۔ کانگریس کے ریاستی اخبار جو جموں سے نکلتا ہے یعنی ''قومی آواز'' کی ادارت بھی کرتے رہے۔ انتقال کر چکے ہیں۔ جین صاحب سے قریبی تعلق تھا۔

۳ عابد مناوری، جموں کے اردو شاعر۔ تین شعری مجموعوں کے خالق، انتقال کر چکے ہیں۔

۴ خورشید حمرا، شعبۂ اردو جموں یونیورسٹی میں پروفیسر کے عہدے سے سبک دوش ہوئیں۔ بنیادی طور پر یوپی نہٹور سے تعلق ہے۔ یونی ورسٹی سے وابستہ ہونے کے بعد یہیں شادی کی۔ اب بھی یہیں مقیم ہیں۔

۵ سرور صاحب (غالبًا) پروفیسر آلِ احمد سرور ہیں۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں بہ طور پروفیسر اور صدر سبکدوش ہونے کے بعد اقبال انسٹی ٹیوٹ سری نگر یونیورسٹی کے ڈائریکٹر رہے۔ جین صاحب سے قریبی تعلقات تھے کئی کتابوں کے مصنف اور اردو کے مشہور نقاد۔ ۱۹۱۱ء میں پیدا ہوئے، ۲۰۰۲ء میں انتقال کیا۔

٦ بلراج پوری، برصغیر کے نام ور انسانی حقوق کے داعی، کشمیر کے سیاسی وسماجی معاملات کے ماہر تصور کیے جاتے ہیں۔حکومت ہند نے پدم بھوشن کے اعزاز سے نوازا ہے۔کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور ابھی حیات ہیں۔

ے وید بھسین، جموّں کے مشہور اخبار ''کشمیر ٹائمز'' کے مدیر۔آج کل کشمیر گروپ آف پبلی کیشنز کے چیئر مین ہیں۔ برصغیر کے نام ور صحافی کشمیر معاملات کے ماہر ''ٹریک ٹو'' سے وابستہ رہے ہیں۔ہندو پاک دوستی اور کشمیر کی تحریکِ آزادی کے ہم نوا۔

خط نمبر ۱۵

ا شعرِ شور انگیز۔اردو کے نام ور ادیب وشاعر شمس الرحمٰن فاروقی کی تصنیف چار جلدوں میں میر تقی میرؔ کے کلام کی تنقیدی تفسیر۔جلدوں کی اشاعت کی تفصیل یوں ہے: جلد اول ۱۹۹۱ء، جلد دوم ۱۹۹۲ء، جلد سوم ۱۹۹۳ء، جلد چہارم ۱۹۹۴ء اسی کتاب پر آپ کو برلا فاؤنڈیشن کا سرسوتی سمآن ملا جو پانچ لاکھ روپے اور سند پر مشتمل ہے۔

نمبر ۱۶

ا عربی، فارسی اور اردو کے نامور محقق ڈاکٹر مختار الدین احمد، مختار الدین نام، آرزوؔ تخلص تھا۔۱۹۲۴ء میں پیدا ہوئے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔علی گڑھ یونیورسٹی کے شعبہ عربی سے وابستہ تھے۔پروفیسر اور صدر شعبہ کے عہدے سے سبک دوش ہوئے۔آپ کا علمی حلقہ فارسی، عربی اور اردو دنیا میں اس قدر پھیلا ہوا ہے کہ جس کا بیان مشکل ہے اس حوالے سے کوئی اور دوسرا نام سامنے نہیں آتا۔متعدد کتابیں بھی تصنیف کیں۔آپ نے سیکڑوں مضامین ومقالات تحریر کیے۔آپ کا آخری مضمون تحقیق، جام شورو، شمارہ ۱۹ (جنوری، فروری ۲۰۱۰ء) میں آٹھویں صدی ہجری کا ایک نام ور مرتب مضعف'' کے عنوان سے شائع ہوا۔اس کے علاوہ گیان چند سے قریبی علمی تعلقات تھے۔۳۰ جون ۲۰۱۰ء کو علی گڑھ میں انتقال ہوا۔

خط نمبر ۱۷

ا قاضی عبد الودود (۱۸۹۶ء تا ۱۹۸۴ء)، اردو کے چوٹی کے محقق ہیں۔اردو تحقیق کو انھوں نے جتنا متاثر کیا ہے، اتنا کسی اور نے نہیں کیا۔انھوں نے زعمائے ادب کے تسامحات کی گرفت کر کے حزم واحتیاط کا درس دیا۔ان کی تحقیق میں منفرد حیثیت یہ ہے کہ انھوں نے نتائج تک محنت سے رسائی حاصل کی اور ہمیشہ غیر مفاہمتی انداز میں اپنی رائے کا اظہار کیا۔انھوں نے ''آبِ حیات'' کی تاریخی اغلاط کی نشان دہی کی ہے اور غالب کے استادِ فارسی کی فرضی حیثیت کا انکشاف جرات مندی سے کیا۔ان کے متنی کارناموں میں ''دیوان شورش'' اور ''تذکرہ ابن امین اللہ طوفان'' شمار ہوتے ہیں۔(''اردو ادب کی مختصر تاریخ'' از ڈاکٹر انور سدید، طبع اوّل، ۱۹۹۶ء، صفحہ نمبر ۳۶۵۔ اور مضمون ''قاضی عبد الودود بحیثیت مرتب متن'' از ڈاکٹر گیان چند مشمولہ سہ ماہی ''اردو'' کراچی، جلد: ۴۷، شمارہ ۳، ۴، جولائی تا دسمبر ۱۹۹۸ء، ص ۱ تا ۱۱۔)

خط نمبر ۲۰

ا ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری ممتاز اہل قلم، مصنف اور اشاریہ ساز تھے۔وہ ۱۲/ اگست ۱۹۴۲ء کو سنبھل ضلع مراد آباد

میں پیدا ہوئے ۔ یہاں کے انصاری خان دان کا سلسلہ فرنگی محل کے انصاریوں سے ملتا ہے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین انصاری بھی اسی خانوادے کے چشم و چراغ تھے جہاں شعروسخن کا چرچا تھا۔ ڈاکٹر انصاری نے ابتدائی وثانوی تعلیم سنبھل ضلع مرادآباد سے حاصل کی۔ پھر علی گڑھ یونیورسٹی آ گئے جہاں سے ۱۹۶۰ء میں بی اے کیا اور بی لیب کر کے ۱۹۶۳ء میں مولانا آزاد لائبریری سے منسلک ہو گئے ۔ جہاں ترقی کرتے کرتے ڈپٹی لائبریرین ہو گئے اور تعلیمی سلسلہ بھی جاری رکھا۔ ۱۹۷۷ء میں آگرہ یونیورسٹی سے ایم اے اردو میں ٹاپ کیا اور ۱۹۸۱ء میں ڈاکٹر نادر علی کی نگرانی میں ''اردو مثنوی کی فرہنگ'' کے عنوان سے مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ ۱۹۸۲ء میں عربی فارسی بورڈ الہ آباد سے منشی کا امتحان پہلی پوزیشن کے ساتھ پاس کیا۔ ڈاکٹر ضیاء الدین انصاری کی تصانیف: ''اردو مثنوی کی فرہنگ''، ''مولانا آزاد، سرسید اور علی گڑھ''، ''تفتہ اور غالب''، ''جگر مرادآبادی''، ''انتخاب کلام ظہیر دہلوی'' اور ''آل احمد سرور کے تبصرے''۔ علاوہ ازیں فارسی ادب کی تاریخ، تحریک علی گڑھ اور قواعد کیٹلاگ سازی ان کے بہترین ترجمہ نگار ہونے کا ثبوت ہیں۔ پچاسوں گراں قدر تحقیقی مقالات اردو کے مؤقر رسائل و جرائد ''فکر و نظر''، ''غالب نامہ''، ''جرنل پٹنہ'' اور مجلّہ ''علوم اسلامیہ'' وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ مزید برآں ان کا اصل میدان جس میں وہ درجۂ کمال پر فائز تھے، وہ ان کی اشاریہ سازی ہے۔ انھوں نے متعدد شخصی کتابیات تیار کیں۔ ان میں نقش حالی، نقشِ آزاد، نقشِ حسرت، جہانِ شبلی، جہانِ نذیر، کلیدِ سلیمانی، آثارِ عبدالسلام، آثارِ آل احمد سرور، نقوشِ ذاکر وغیرہ۔ ان شخصی کتب کے علاوہ تہذیب الاخلاق، فکر و نظر اور اردوئے معلیٰ جیسے رسائل کے اشاریے بھی تیار کیے جو طبع ہو چکے ہیں۔ جویائے علم و تحقیق ڈاکٹر ضیاء الدین انصاری ۶ رجنوری ۲۰۰۷ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ (مضمون ''ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری کی یاد میں'' از ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی مشمولہ ''ہماری زبان'' نئی دہلی، ۸ تا ۱۴ را کتوبر ۲۰۰۷ء، ۱۵ تا ۲۱ را کتوبر ۲۰۰۷ء۔ مضمون ''ڈاکٹر محمد ضیا الدین انصاری'' از حبیب الرحمٰن چغانی مشمولہ ''تہذیب الاخلاق'' علی گڑھ، مئی ۲۰۰۷ء)

خط نمبر ۲۱

اہم بات، درج ذیل سطور میں مذکورہ بیماری اور اس کے Symptoms سے متعلق وہی معلومات درج کی گئی ہیں جو ڈاکٹر گیان چند کے مذکورہ خط میں بھی بالکل واضح محسوس ہو رہی ہیں۔

!Multiple System Atrophy (MSA) is a rare condition in which patients have more widespread damage to the part of the nervous system that controls important functions such as heart rate. blood pressure and sweating.
The cause is unknown. MSA develops gradually and is most often diagnosed in men older than 60 .
Important Sympstoms

* Change in facial expressions.
* Dizziness or fainting when standing up or after standing still.
* Frequent falls
* Difficulty with any activity that recquires small movements.
* Writing that is small and hard to read.
* Mild decline in mental function.
* Loss of balance.
* Vision changes.
* Voice and speech changes.
* Confusion.
* Depression.

Treatment

There is no cure for MSA. and there is no known way to prevent the disease from getting worse. The goal of treatment is to control Sympstoms.

Expectations

The outcome is poor. Loss of mental and physical functions slowly get worse. Early death is likely. The typical survival time from the time of diagnosis is 7 to 9 years.

Refrence: www.google.com

http://www.ncbi.nlm.gov/pudmedhealth/PM Hooo1764

Pubmed Health:A service of the National Library of Medicine , National Institutes of Health.

A.D.A.M Medical Encyclopaedia. Atlanta(GA): A.D.A.M,2011.

فہرستِ اسنادِ محولہ:

۱۔ انعام الحق جاوید،ڈاکٹر،خاور جمیل،(۲۰۰۰ء)،کتابچہ ''ڈاکٹر گیان چند'' جلد۔۔۔۔طبع۔۔۔،مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔

۲۔ انور سدید،ڈاکٹر،(۱۹۹۶ء)،''اردو ادب کی مختصر تاریخ''،طبع اوّل،اے۔ایچ پبلشرز،لاہور۔

۳۔ جین،گیان چند،ڈاکٹر،(۲۰۰۰ء)،''اردو کی ادبی تاریخیں''،انجمن ترقی اردو پاکستان،کراچی۔

۴۔ درک،اشفاق احمد،ڈاکٹر،(۲۰۰۴ء)،''اردو نثر میں طنز و مزاح'' بیت الحکمت لاہور۔

۵۔ روبینہ شائستہ،ڈاکٹر،(۲۰۰۷ء)،''ڈاکٹر عبادت بریلوی کی ادبی خدمات کا تنقیدی جائزہ''،طبع اوّل،الحمد پبلی کیشنز،لاہور۔

۶۔ شاہد، رفاقت علی، (مرتبہ)، (۲۰۰۸ء) ''ڈاکٹر تحسین فراقی (کتابیات)''، طبع اوّل، القمر انٹر پرائزز، لاہور۔
۷۔ شگفتہ، آنسہ، (۲۰۰۷ء)، ''ڈاکٹر سیّد معین الرحمٰن کے خطوط، احباب پشاور کے نام''، غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم اے شعبۂ اُردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو۔
۸۔ صدیقی، احمد حسین، (۲۰۰۳ء، ۲۰۰۵ء)، ''دبستانوں کا دبستان کراچی''، جلد اوّل و دوم، فضلی بک سپر مارکیٹ، کراچی۔
۹۔ فتح پوری، فرمان، ڈاکٹر، (۱۹۸۲ء)، ''اردو افسانہ اور افسانہ نگار''، جلد اوّل، طبع اوّل، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی۔
۱۰۔ محمد سعید، (مرتبہ)، ۲۰۰۶ء)، ''ڈاکٹر سلیم اختر (اشاریہ)''، طبع اوّل۔

رسائل و جرائد:

۱۔ انصاری، سحر، پروفیسر، (اکتوبر ۲۰۱۲ء)، ''وہ جہاں سے کیا گئیں ایک عہد رخصت ہو گیا''، مشمولہ، ماہ نامہ ''قومی زبان''، جلد ۸۴، شمارہ ۱۰، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی۔
۲۔ پاریکھ، رؤف، ڈاکٹر، (دسمبر ۲۰۱۰ء)، ''ڈاکٹر وحید قریشی: ایک تاثر'' مشمولہ ماہ نامہ ''قومی زبان''، جلد: ۸۲، شمارہ ۱۲، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی۔
۳۔ جین، گیان چند، ڈاکٹر، (جولائی تا دسمبر ۱۹۹۱ء)، ''قاضی عبدالودود بحیثیت مرتبِ متن''، مشمولہ سہ ماہی ''اردو''، جلد: ۶۷، شمارہ ۳، ۴، جولائی تا دسمبر، کراچی۔
۴۔ چغتائی، حبیب الرحمٰن، (مئی ۲۰۰۷ء)، ''ڈاکٹر محمد ضیاالدین انصاری''، مشمولہ ''تہذیب الاخلاق''، علی گڑھ۔
۵۔ راؤ، روشن آراء، ڈاکٹر، (۲۰۰۳ء)، ''ادب کا روشن مینار، پروفیسر ڈاکٹر وحید الدین قریشی''، مشمولہ سہ ماہی ''الزبیر''، جلد: ۴۴، شمارہ: ۴، اردو اکیڈمی، بہاول پور۔
۶۔ قریشی، عبدالمجید، (۲۰۰۵ء)، ''آہ مشفق خواجہ مرحوم''، مشمولہ سہ ماہی ''الزبیر''، جلد: ۴۶، شمارہ: ۱، اردو اکیڈمی بہاول پور۔
۷۔ ''قومی زبان'' ماہ نامہ، (نومبر ۱۹۹۷ء)، جلد: ۶۹، شمارہ: ۱۱، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی۔
۸۔ محمد الیاس الاعظمی، ڈاکٹر، (اکتوبر ۲۰۰۷ء)، ''ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری کی یاد میں''، مشمولہ ''ہماری زبان''، نئی دہلی۔
۹۔ ہاشمی، رفیع الدین، ڈاکٹر، (۲۰۱۲ء)، ''ڈاکٹر گیان چند'' مشمولہ جریدہ ''غالب''، شمارہ ۲۰، کراچی۔

اظہارِ تشکر: پروفیسر ظہور الدین (کشمیر)، ڈاکٹر معین الدین عقیل (کراچی)، ڈاکٹر عطا خورشید (علی گڑھ)